ہاں خدا ہے

دلائل نقلیہ سے وجود باری کا ثبوت

تالیف:
مولانا مفتی عبد الحکیم صاحب مدظلہم

ہاں
خدا ہے

تالیف

حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم صاحب مدظلہم

: باہتمام :

فاروق القاسمی
فاضلِ دیوبند۔ ایم، اے (عثمانیہ)

ناشر

مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حسبی اللہ ونعم الوکیل

کپڑا تو بازار میں رکھا ہوا میں نے دیکھا ہے۔ مگر آپ کہتے ہیں کہ یہ مشین نے بنایا ہے یہ مجھے تسلیم نہیں ہے۔ آخر کپڑا بننے کے لئے مشین ہی کی کیا ضرورت ہے یہ خود بخود نہیں بن سکتا ہے؟

ہاں ہاں یہ مانتا ہوں کہ روٹی بازار میں ملتی ہیں۔ مگر آپ یہ تقریر کرنے لگیں کہ اس کو کسی نے پکائی ہے اس کا پکانے والا موجود ہے یہ میری عقل تسلیم نہیں کرتی کہ روٹی جیسی عام ضرورت کی چیز ہو اور اپنے وجود میں وہ کسی کی محتاج ہو۔ کیا روٹی خود نہیں پک سکتی ہے؟ کیا ضرورت ہے کہ پکانے والا ضرور مانا جائے اور اس کی نوکری دی جائے۔

اور اس کی کیا ضرورت ہے کہ دنیا کا کوئی خالق ہی مانا جائے اور اس خالق کو خدا کہا جائے۔ بس یہ تو خود بخود چل رہی ہے۔ یہ آپ کا خیال ہے مگر ہاں یہ تو بتلائیں کہ یہ ساری مخلوق تو سامنے موجود ہے؟ ہاں مخلوقات تو ہے مخلوق کا مجھے انکار نہیں کیوں کہ مشاہدہ ہے مگر آپ یہ گتھی بھی تو

سُلجھائیں کہ مخلوق ہے مگر خالق نہیں؟ روٹی ہے مگر پکانے والا کوئی نہیں کپڑا ہے مگر بننے والا کوئی نہیں۔ اسی طرح مخلوق تو ہے مگر خالق کوئی نہیں. بریں عقل ببا ید گریست۔ اگر یہی عقل ہے تو اس پر رونا چاہیئے۔

اچھا آؤ میں تم کو قرآن کریم جو وحی الٰہی ہے اس کے ذریعہ سمجھانا چاہتا ہوں. اور اس سے بڑھ کر سمجھانے والی کوئی کتاب ہے بھی نہیں۔ اور ساتھ ہی کلام الٰہی کی جامعیت سامنے آجائے گی اور معلوم ہوگا کہ واقعی قرآن قرآن ہے اور کیسا سیدھا سادھا استدلال کرتا ہے۔

دنیا میں جب کبھی وحی الٰہی کی ہدایت نمودار ہوئی ہے اس نے یہ نہیں کیا ہے کہ خدا اور خدا پرستی کے بارے میں انوکھی باتیں سکھلائی ہوں۔ اس کا کام صرف یہ رہا ہے کہ انسان کے وجدانی عقائد کی ٹھیک ٹھیک تعبیر کردے اور وہ یہ کہہ پڑے

دیکھنا تقریر کی لذّت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

چوں کہ قرآن کی ہر تعبیر حقیقت حال کی سچّی تعبیر ہے اس لئے جب کبھی انسان نے راست بازی کے ساتھ قرآن کریم میں غور کیا ہے وہ بول اُٹھا ہے کہ اس کا ہر بول اور ہر لفظ انسان کے دل و دماغ کی قدرتی آواز ہے۔ اور انسان کے لئے معرفت حق کی ایک ہی راہ ہے اگر وہ عقل سے کام لینا چاہے اور کائنات خلقت میں غور و تدبر کرے تو مصنوعات کا مطالعہ اسے صانع تک پہنچا دے گا۔

ایک طالب صادق اس راہ میں قدم اٹھاتا ہے اور کائنات کے مظاہر و آثار کا مطالعہ کرتا ہے تو سب سے پہلا اثر جو اس کے دل و دماغ پر طاری ہوگا وہ یہ ہوگا کہ وہ دیکھے گا کہ خود اس کا اپنا وجود اور وجود سے باہر کی ہر چیز ایک صانع حکیم و مدبر اور قدیر کی کارفرمائیوں کی جلوہ گاہ ہے

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ۔ یعنی ان لوگوں کے لئے جو سچائی پر یقین رکھنے والے ہیں زمین میں (خدا کی کارفرمائیوں کی) کتنی ہی نشانیاں موجود ہیں اور خود تمہارے وجود میں بھی۔ پھر کیا تم دیکھتے نہیں ؟ قرآن چونکہ غور وفکر کا حکم دیتا ہے۔ آئیے ہم بھی غور کریں۔

جس طرح خالق کائنات ہستی اور اس کی ہر چیز پیدا کی ہے اسی طرح اس مخلوق کی پرورش کا سامان بھی مہیا کر دیا ہے اور یہ پرورش کا سامان ایک ایسے عجیب و غریب نظام کے ساتھ ہے کہ ہر چیز کے وجود اور بقا کے لئے جو کچھ مطلوب تھا اسے بروقت وہ مل رہا ہے اور اس طرح مل رہا ہے کہ اس کی ہر حالت کی رعایت ہے، اس کی ہر ضرورت کا لحاظ ہے۔ ہر تبدیلی کی نگرانی ہے۔ چیونٹی اپنی بل میں رینگ رہی ہے۔ کیڑے مکوڑے کوڑے کرکٹ میں پلے ہوئے ہیں۔ مچھلیاں دریا میں تیر رہی ہیں۔ پرندے ہوا میں اُڑ رہے ہیں۔ پھول باغ میں کھل رہے ہیں۔ ہاتھی جنگل میں پھر رہا ہے۔ ستارے فضائے آسمانی میں چکر لگا رہے ہیں۔ تاہم جو وجود جس جگہ ہے اس کی اسی کے مطابق پرورش کی جا رہی ہے

جس طرح اور جس نظام کے ساتھ ہاتھی جیسی جسیم اور انسان جیسی عقیل مخلوق کے لئے سامانِ ضرورت مہیّا کر دیا ہے ٹھیک اسی طرح حقیر سے حقیر مخلوق کے ساتھ وہی نظام پایا جاتا ہے اچھا ایک حقیر سی مخلوق ہے جسے عنکبوت اور مکڑی کہا جاتا ہے اس کی پیدائش اور خلقت پر کبھی آپ نے غور کیا آپ کو وقت ہی کہاں ملتا ہے۔ آؤ میں کچھ عرض کروں۔

عنکبوت کے متعلق علامہ دمیری نے حیٰوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ عنکبوت کے پاؤں چھوٹے اور آنکھیں بڑی ہوتی ہیں جو چمکتی ہیں اس کے آٹھ پاؤں اور چھ آنکھیں ہوتی ہیں۔ اس کا بچہ انڈے سے نکلتا ہے اور جب نکلتا ہے تو ایک کیڑا ہوتا ہے رفتہ رفتہ متغیر ہوتا جاتا ہے اور تین دن میں پوری عنکبوت کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور خود بخود چلنے لگتا ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ اسی وقت سے تار عنکبوت کو بُننے لگ جاتا ہے۔ سوال یہ ہے اسے کون تلقین اور تعلیم کرتا ہے کہ اس طرح جالا بنایا جائے گا سوائے اس علیم وقدیر کے جس نے اسے پیدا کیا ہے اور جالا بنانا بالکل قاعدے سے کہ پہلے تانا بناتا ہے پھر بانا بناتا ہے اور درمیان میں سے شروع کرتا ہے اور اس میں مکھی شکار کر کے رکھنے کا خزانہ بھی بناتا ہے۔ اور جب عنکبوت مکھی کو شکار کرتی ہے تو دیوار یا زمین سے چپک جاتی ہے تمام ہاتھ پیر مردے کی طرح ساکن کر لیتی ہے اور مکھی پر ایک دم حملہ کرتی ہے کہ اس کا حملہ خطا نہیں جاتا۔ ہے کوئی؟ یہ بھی عجیب بات ہے کہ جانوروں میں سب میں حریص یہ مکھی ہوتی ہے اور سب سے

قانع یہ مکڑی ہے اس قانع جانور کی خوراک حریص جانور کو بنایا ہے اور یہ جو تار نکالتی ہے یہ اس کے پیٹ میں سے نہیں نکلتا بلکہ اس کی خارجی جلد اور منہ سے نکلتا ہے اور جب تار ٹوٹ جاتا ہے تو اسے جوڑ بھی لیتی ہے۔ خزانہ میں سے کوئی چیز گر پڑے تو اس جگہ کی مرمّت کر کے دوبارہ وہ چیز لا کر رکھتی ہے۔ وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت۔ اور اگر اس کے گھر میں نرآس کے درخت کے پتوں کی دھونی دے دی جائے تو گھر میں سے بھاگ جاتی ہے۔

معلوم ہوا قدرتِ خداوندی جو کچھ کسی کو بخشتی ہے ایک مقررہ انتظام اور مضبوط تدبیر کے ساتھ بخشتی ہے۔ جس چیز کی جس جس وقت اور جیسی جیسی مقدار کے ساتھ ضرورت ہوتی ہے ٹھیک اسی طرح ان ہی وقتوں میں ایک مقدار کے ساتھ یہ کارخانۂ عالم چل رہا ہے۔ غور کرو۔

پانی کی بخشش اور اُس کا نظام

زندگی کے لئے پانی اور رطوبت کی ضرورت ہے لیکن زندگی کے لئے یہی کافی نہیں کہ پانی موجود ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ ایک خاص انتظام ایک خاص ترتیب اور ایک خاص مقدار کے ساتھ موجود ہو۔ سو آپ دیکھ لیں کہ دنیا میں پانی اور اس کی تقسیم کا ایک خاص انتظام پایا جاتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اللہ کی رحمت ہے کہ جس نے ایسا جوہر حیات پیدا کیا جسے پانی کہتے ہیں پھر اسے بادلوں میں بھرا، اسے ہواؤں نے چلایا پھر ایک ایک بوند ٹپکا اور ایک خاص مقدار کے ساتھ زمین کے

گوشوں میں اُسے برسایا اور ایک خاص موسم میں اور محل میں برسایا اور پھر زمین کے ایک ایک ذرّے کو ڈھونڈ ڈھونڈ کے سیراب کیا پھر اسے زمین میں باقی رکھا۔ اس کے ذریعہ کیا کیا پھل پھول اور ترکاریاں اگائیں جسے تم کھاتے ہو۔ کیا یہ کسی علیم و خبیر کے انتظام کی خبر نہیں دے رہا ہے۔ کیا اس نظام پر کوئی منتظم نہیں ہے۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَكُمْ فِیْهَا فَوَاكِهُ كَثِیْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (سورۂ مومنون پ ۱۸)

ہم نے آسمان سے ایک خاص اندازے کے ساتھ پانی برسایا۔ پھر اسے زمین میں ٹھرائے رکھا۔ اور ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ جس طرح برسایا تھا اسی طرح اسے واپس لے لیں۔ پس اسی پانی سے ہم نے کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کردیئے ہیں جس میں بے شمار پھل پکتے ہیں اور اس سے تم کھاتے ہو۔

اشیاء کی ایک مقدار

یہی وجہ ہے کہ قرآن نے جابجا اس قدر اور مقدار کا ذکر کیا ہے یعنی اس کائنات کا ایک خالق ہے اس نے ہر چیز کا ایک خاص اندازہ اور اپنے اس قانون کے ماتحت ایک خاص مقدار میں ہر چیز کو خلق کیا ہے

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ (پ ۱۴)

اور کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس موجود نہ ہوں (ہمارا ایک قانون یہ ہے) کہ جو کچھ نازل کرتے ہیں ایک مقررہ مقدار میں نازل کرتے ہیں

وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ (پ ۱۳)

اللہ کے نزدیک ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر ہے۔

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ۔ (پ ۲۷)

ہم نے جتنی چیزیں بھی پیدا کیں ہیں ایک انداز سے پیدا کی ہیں۔

اور اس انداز کو آپ غور سے دیکھیں صرف یہی نہیں کہ دنیا میں پانی موجود ہے بلکہ ایک خاص نظم اور ترتیب کے ساتھ موجود ہے۔ پہلے سورج کی شعاعیں سمندر سے ڈول بھر بھر کر فضا میں پانی کی چادریں بادل کی شکل میں بچھا دیتی ہیں پھر ہواؤں کے جھونکے ان کو حرکت میں لاتے ہیں اور پانی کی بوندیں بنا کر ایک خاص وقت اور خاص محل میں برساتے ہیں۔ پھر آخر کیوں ایسا ہے کہ جب پانی برسے ایک خاص نظم اور خاص مقدار ہی سے برسے اس طرح سے کہ اس زمین کی بالائی سطح پر ایک خاص مقدار بہنے لگے اور زمین کی تہ میں ایک خاص مقدار میں نمی پہنچے۔ آخر کیوں ایسا ہوا کہ پہاڑوں پر برف کے تودے جمتے ہیں پھر موسم کی تبدیلی سے پگھلنے لگتے ہیں ان کے پگھلنے سے پانی کے سرچشمے ابلنے لگتے ہیں۔ پھر چشموں سے دریا کی شکل میں وہ پانی زمین میں سانپ کی طرح پیچ و خم کھاتا ہوا دور دور سینکڑوں

ہزاروں میل تک کی وادیاں سیراب وشاداب بناتا ہے ۔ قرآن کہتا ہے یہ نظام اور خاص ترتیب ومقدار ایک ہستی خالق کائنات کی جانب سے ہے جسے ہم خدا کہتے ہیں۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیَاحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُہٗ فِی السَّمَاءِ کَیْفَ یَشَاءُ وَیَجْعَلُہٗ کِسَفًا فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلَالِہٖ ۚ فَاِذَا اَصَابَ بِہٖ مَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِہٖ اِذَا ھُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ۔ (پ ۲۲)

یہ اللہ ہی کی کارفرمائی ہے کہ پہلے ہوائیں چلتی ہیں پھر ہوائیں بادلوں کو حرکت میں لاتی ہیں پھر وہ جس طرح چاہتا ہے انہیں فضائے آسمانی میں پھیلا دیتا ہے اور انہیں ٹکڑے کر دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ بادلوں میں سے مینہ برس رہا ہے پھر جن لوگوں کو اس کی برکت دینی منظور تھی مل چکتی ہے تو اچانک وہ خوش وقت ہو جاتے ہیں۔

فصل ۲

آپ نے ایک آیت پڑھی تھی

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (پ ۲۶)

اور یقین کرنیوالوں کے لئے روئے زمین میں اللہ کے وجود کی بڑی نشانیاں ہیں اور تمہارے نفسوں میں ہیں پس کیا تم نہیں دیکھتے آپ سے عرض یہ ہے کہ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ کی ذرا تشریح فرما دیں کہ ہمارے نفس میں کیا نشانیاں نہیں؟ سنو چوں کہ باری تعالیٰ نے اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کہہ کر ہم کو غور کرنے اور بصارت سے کام لینے کی دعوت دی ہے اس لئے

ضروری بات ہے کہ آپ اور ہیں مل کر اس پر غور کریں۔

دیکھئے یہ دنیا عالم کبیر ہے اس کے مقابلہ میں انسان ایک عالم صغیر ہے۔ اس انسان کے وجود میں بھی ایک حاکم و بادشاہ ہے وزیر ہے اس میں کارندے اور جاسوس ہیں یہ پورا ایک نظام حکومت ہے

آپ اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ ہر ذی روح میں منافع کے طلب کی خواہش اور ضرر کے دفع کرنے کی چاہت موجود ہے۔ جس چیز میں ہر ذی روح یہ سمجھتا ہے کہ اس چیز سے مجھے راحت اور نفع پہنچے گا اس کی طرف لپکتا ہے اور خواہش حصول رکھتا ہے اور جس سے اسے ضرر و تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو دفع کرنے کی پرزور کوشش کرتا ہے اس پہلی خواہش کو شہوت اور دوسری کو غضب کہتے ہیں یہ چیز جانور چرند پرند سب کے اندر موجود ہے اور ان دونوں کو ابھارنے والی اور چلانے والی قوت کا نام نفس ہے اور یہ نفس جب عمل کرنا چاہتا ہے تو انسان کے اندر ایک قوت ہے جو اس کو اصل نفع و ضرر سے اسے آگاہ کرتی ہے اسے عقل کہتے ہیں۔

سو بدنِ انسان ایک مملکت ہے قلب بادشاہ اور صدر ہے اور عقل اس کا وزیر ہے اور حواس خمسہ ظاہرہ و باطنہ اس کے جاسوس ہیں۔ یہ قلب کو بتاتے ہیں کہ یہ چیز کیسی ہے نافع ہے یا مضر ہے۔

سوال :- یہ حواس خمسہ ظاہرہ و باطنہ کیا چیز ہیں؟

جواب :- پانچ حس جو ظاہر ہیں وہ یہ ہیں۔ آنکھ دیکھ کر بتاتی

ہے کہ یہ چیز کیسی ہے۔ کان سُن کر اور زبان چکھ کر قلب کو مطلع کرتی ہے کہ یہ کھٹی ہے میٹھی ہے۔ ناک سُونگھ کر اور ہاتھ چھو کر بتاتے ہیں کہ یہ چیز کھردری ہے صاف ہے، گرم ہے، سرد ہے وغیرہ۔ جب قلب ان کو حکم کرتا ہے یہ سب فوراً اپنی ڈیوٹی انجام دیتے ہیں۔ اسی طرح چند قوتیں باطن میں ہیں ان کو حواس باطنہ کہتے ہیں۔

آپ نے کوئی چیز ان ظاہری حواس خمسہ سے جانی ہوئی ہے اگرچہ اسے برسوں گزر گئے مگر جب آپ یاد کریں گے فوراً وہ یاد آجائے گی۔ یہ یاد دلانے والی قوت کا نام مذکّرہ ہے۔ پھر ایک قوت اور ہے جو اس کا نقشہ آپ کے سامنے کردے گی اس کا نام قوت خیالیہ ہے۔ پھر ایک قوت ایسی ہے جو ان تمام باتوں کو محفوظ رکھتی ہے اسے قوت حافظہ کہتے ہیں پھر ایک قوت اور ہے جو اس قوت حافظہ کے خزانے میں ہر چیز کو الگ الگ اور متمیز کرتی ہے وہ قوتِ تفکر ہے۔ یہ سب قلب کے لئے مملکتِ بدن میں جاسوس کی طرح ہیں کہ قلب نے جہاں ان کو حکم دیا فوراً یہ حکم مانتے ہیں۔ پھر قلب کے ان کو حکم دینے کا نام ارادہ ہے۔ مثلاً ارادہ کیا اور آنکھ نے دیکھا یا ناک نے سونگھا یا زبان نے کلام شروع کیا ارادے کی دیر ہے پاؤں خود بخود چلنے لگتے ہیں۔

پھر ان سب کا دارومدار روح پر ہے۔ اگر روح ہے تو سب کچھ ہے روح نہیں تو کچھ نہیں۔ مردہ انسان کیا کرسکتا ہے۔ حالانکہ اس انسان پر ایک وقت وہ بھی گزرتا ہے کہ اس کا دنیا میں وجود ہی نہیں

تھا۔ پھر کون اسے وجود میں لاتا ہے اور اسے وجود دیتا ہے پھر وجود کی ہر چیز کو سنوارتا اور زیب دیتا ہے۔ اسے غور سے سوچو قرآن کہتا ہے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا

بَصِيْرًا (پ ۲۹)

یقیناً انسان پر زمانے کا وہ حصہ گذرا ہے کہ اس کا کوئی ذکر مذکور نہ تھا۔ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا۔

اس کا تمام بدن معہ اپنی اہلیت کے موجود ہے مگر یہ انسان کا ایک بال نہیں بنا سکتا ہے نہ اس کے ماں باپ بنا سکتے ہیں لہٰذا ماننا پڑے گا کہ اس نطفہ کو اس طرح دیکھتا، سنتا کوئی بنانے والا ہے۔ اور وہ خدا ہے لہٰذا اپنی ہستی کو دیکھ کر ذات پروردگار کی معرفت ہوئی کہ ہاں اس کا ایک خالق ضرور ہے۔ اگر انسان ہی کے اختیار میں ہے تو کالے کو گورا کر دے ٹھنگنے کو لمبا کر دے۔ چھوٹی آنکھیں ہیں تو بڑی کر دے۔ نہیں کر سکتا عاجز ہے۔

اور سنیئے اس انسان ضعیف البیان میں ایک صفت ودیعت کی ہوئی ہے جسے ہم طاقت کہتے ہیں کہ انسان اس طاقت سے کام کرتا ہے۔ چاہے چلے یا بیٹھے یا لکھے یا پڑھے۔ چاہے بولے چاہے دیکھے۔ جب اس مخلوق میں یہ صفت ہے تو اس کے خالق میں یہ صفت نہ ہوگی یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ضرور اس خالق میں کامل قدرت ہے اور وہ طاقت کا مالک ہے

جو چاہے وہ کرے۔ مارے یا جلائے۔ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیَخْتَار۔ اس کی اس صفت کو صفتِ قدرت کہتے ہیں اور قدرت والے کو قادر کہتے ہیں۔ یہی مطلب ہے کہ خدا قادر ہے جو چاہے کرسکتا ہے۔ اس سے خدا کا قادر ہونا معلوم ہوا۔

اچھا ہمارا یہ بدن ہے جو عالم صغیر ہے اور سر سے پیر تک پورے بدن کو سب جانتے ہیں کہ یہ سر ہے یا آنکھ ہے بغل کہاں ہے ران کہاں ہے اپنی حرکت و سکون اور قلب کے ارادوں کو جانتے ہیں۔ اندر کی بھوک۔ پیاس ان سب کا ہم کو علم ہے۔ ہر حرکت و سکون بلکہ اپنے ارادے تک کو جانتے ہیں اسی لئے ہم عالم ہوئے۔ اسی طرح اگر قادر مطلق اپنی تمام مملکت اور کائنات کے ذرّے ذرّے کو جانتا ہے تو اس میں کیا استحالہ ہے۔ جب اس میں صفتِ علم موجود ہے اور اس میں کامل طور سے ہے تو اس صفت سے ہم حق تعالیٰ کو علیم کہتے ہیں اور یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ خدا علیم ہے۔ پھر ہم اپنے تمام بدن اور اعضاء کی بناوٹ پر غور کرتے ہیں تو جوڑ جوڑ میں ایک عجیب حکمت معلوم ہوتی ہے۔ ان اعضائے انسانی کو اس طرح نہ بنایا جاتا بلکہ خود بخود جا ہے جیسے بن جایا کرتے۔ کبھی آنکھ ہاتھ میں کبھی ران میں لگ جاتی۔ دانت کبھی سر میں کبھی گدی پر آجاتے۔ ناک خود بخود کبھی چھاتی پر کبھی بغل میں لگ جایا کرتی تو یہ کارخانہ بالکل بے کار ہو جاتا مگر ایک ایک پوروے کو سوچو کہ انگلی میں تین تین جوڑ لگائے۔ انگلیاں وہی پانچ رہتی ہیں ان کی بناوٹ میں بڑی

ہی حکمت اور دانائی ہے اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ ایسی حکمت کے ساتھ بنانے والے کو حکیم کہتے ہیں تو حق تعالیٰ نے اس تمام کائناتِ عالم کو پیدا کیا اور ہر ہر چیز میں ہزاروں حکمتیں رکھیں اس لئے ہم خدا کو حکیم یعنی حکمت والا کہتے ہیں۔ یہ ہمارے نفس و جسم کی بناوٹ سے اللہ کا حکیم ہونا معلوم ہوئی۔

اگر تمام سائنسداں اور عقلاء اس انسانی ڈھانچہ کے علاوہ اور کسی شکل سے انسان بنائیں جس کے تین پاؤں ہوں یا تین ہاتھ ہوں یا تین انگلیاں ہوں تو ہر لحاظ سے وہ ناقص ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا علم ناقص ہے اور پروردگار نے انسان کو ٹھیک بنایا اس کا علم کامل ہے وہ کہتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ بیشک ہم نے انسان کو بڑے حسین سانچے میں ڈھالا اور پیدا کیا ہے۔ ہم تو کہتے ہیں وہ خالق سب کچھ جانتا ہے۔ انسان سب کچھ نہیں جانتا۔ اس اللہ کا علم ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے کوئی بات اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْئٍ مُّحِیْطٌ۔ بنانے والا اپنی مصنوع اور بنائی ہوئی چیز سے بے خبر نہیں ہوا کرتا۔ ورنہ وہ بنا نہیں سکتا۔

اچھا ہم کو اپنی اور اپنی ہر چیز کی خبر ہے کہ کہاں ہے اور وہ کیسی ہے۔ اور وہ کس کام کی ہے کس کو دینی ہے یا کسی سے لینی ہے۔ کہاں وہ رکھی ہے اس لئے ہم کو خبر رکھنے والا کہتے ہیں کہ ہم کو اپنی تمام چیزوں کی خبر ہے۔ اسی طرح خدا تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا بھی اپنی تمام مخلوق

سے باخبر ہے اس لیئے اس کو ہم خبیر کہتے ہیں کہ خدا خبیر و بصیر ہے۔ یہ ماننے کے قابل بات ہے۔

اچھا ہم روزانہ کھاتے پیتے ہیں اور اپنے بچوں یا والدین کو کھلاتے پلاتے رہتے ہیں جو کچھ یہ کھاتے کھلاتے ہیں اسے رزق یا روزی کہتے ہیں یہ ہم دیکھتے ہیں کہ جانور بھی اپنی روزی کھاتے ہیں۔ تو جب روزی موجود ہے تو روزی دینے والا اور رزق کا پیدا کرنے اپنی مخلوق کو روزی پہنچانے والا ان کی روزی رزق کا انتظام کرنے والا بھی ضرور ہونا چاہیئے۔ ہم اپنے بچوں کو روزی کھلاتے ہیں تو اس تمام مخلوقات کا بھی روزی کھلانے والا بھی ضرور ہے۔ اس لیئے خدا کو رازق یا رزاق کہتے ہیں یعنی ساری مخلوق کو روزی دینے والا۔ یہ اس کی صفت ماننا ضروری ہے۔ یعنی انسان اپنے اندر غور کرے تو خدا کا وجود سامنے آجاتا ہے۔

اسی طرح ہم اپنی اور اپنی اولاد کی تمام ضرورتیں پوری کرتے ہیں سی لئے ماں باپ کو پرورش کرنے والا کہا جاتا ہے تو لازمی بات ہے کہ اس ساری مخلوقات کا ایک پالنے والا پرورش کرنے والا ان کی تمام حاجات پوری کرنے والا بھی ہونا چاہیئے۔ ماں باپ اگر رب مجازی ہیں تو وہ رب حقیقی ہے لہٰذا اس صفت کی وجہ سے خدا کو رب کہا جائے دعین حق ہے۔ پرورش تو ہے مگر پرورش کرنے والا نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

اور سنو پرورش کرنے میں والدین کس قدر حفاظت کرتے ہیں۔

سوا اسی طرح اس ساری مخلوق کا خالق ان کا محافظ بھی ہونا چاہیئے اسی لئے ہم خدا میں صفت حفیظ مانتے ہیں۔ پھر سوچو کبھی والدین کو پرورش کرنے میں بچّوں کی نالائقیوں پر غصّہ بھی آتا ہے اسی طرح خالق کو اپنی مخلوق کی نافرمانیوں پر غصّہ وجلال آئے یہ بھی صحیح ہے اس صفت سے اس کو قہار کہا جاتا ہے۔

پھر ہم اپنے بچّوں کی نگہبانی کرتے ہیں اسی طرح اگر خالق اپنی مخلوق کی نگہبانی کرنے والا ہے تو اس صفت سے اسے رقیب کہدیں تو کون سا آسمان گر پڑے گا۔ عقل کی بات ہے۔ اسی طرح ہم اپنے اپنے ارادے سے اپنے کام کرتے۔ چلتے۔ پھرتے ہیں۔ جب ہم میں ارادہ موجود ہے تو خدا میں بھی ارادہ کی صفت مان لینا کیوں بعید ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی ارادہ کرنے والا ہے۔

اچھا ہم اپنے تصوّر سے ایک مکان بناتے ہیں اور تصوّر کرتے ہی توڑ دیتے ہیں۔ بیٹھے بیٹھے تصور میں ایک شہر بسا لیتے ہیں اور ذرا سے ارادے سے اس کو فنا کر دیتے ہیں۔ ذرا تصور کیا مشرق میں پہنچے، تصوّر کیا مغرب میں آگئے زمین پر تھے آسمان پر پہنچ گئے۔ اپنے تصور میں بادشاہ بنا دیا۔ تصوّر کیا اسے اتار دیا۔ کسی کو تصور میں ذلت دی کسی کو عزت دیدی۔ یعنی ہمارا تصوّر آناً فاناً میں کچھ سے کچھ کرتا جاتا ہے۔ جب انسانی تصور میں یہ طاقت ہے کہ ایک لمحہ اور سیکنڈ میں قلعہ بنائے اور ختم کر دے حالاں کہ حق تعالیٰ کی یہ تصور انسانی ایک ادنیٰ

مخلوق ہے تو خود خالق اکبر میں کتنی قدرت ہوگی۔ کیا وہ ایک لمحہ میں اس کائنات کو بنا کر کھڑا کر دے یا اسے فنا کر دے نہیں کر سکتا اس میں کون سی نافہمی کی بات ہے اس نے یہ کہا ہے۔

اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْن (سورہ یٰسین)

"جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں اسے کہتے ہیں، ہو جا۔ بس وہ ہو جاتی ہے"۔ ارادے کی دیر ہے سمجھ گئے۔ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کی تفسیر اور ملاحظہ ہو ذرا غور سے کام لو ہمارے اندر روح ہے۔ یہ تمام بدن اور مملکت میں ہے یا کسی ایک جگہ ہے۔ ظاہری بات ہے۔ سارے بدن میں ہر جگہ روح موجود ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ بدن کے ادھر کو ہے ادھر نہیں ہے یا سر میں ہے۔ یا پیروں میں ہے بلکہ یوں کہیں گے کہ سارے بدن میں ہے اسی طرح حق تعالیٰ اپنی پوری مملکت یعنی کائنات میں ہر جگہ ہے یہ سوال نہیں کر سکتے کہ کہاں ہے کدھر ہے۔ ادھر ہے یا ادھر ہے۔ کہاں ہے میاں وہ ہر جگہ ہے جیسے روح بدن میں ہر جگہ ہے۔

اچھا روح موجود ہے سب مانتے ہیں مگر وہ نظر نہیں آتی ورنہ تم بتاؤ کہ روح کیسی ہے تو جب روح کا وجود ہے اور وہ دکھائی نہیں دیتی تو جب اس کی مخلوق کا یہ حال ہے تو اگر اس کا خالق موجود ہے مگر ہم کو نظر نہ آئے تو حق تعالیٰ کی یہ صفت بیان کرنے میں کون سا استحالہ یا عقل کے خلاف بات ہے۔ خدا موجود ہے اور ہر جگہ ہے۔

آپ نہیں کہہ سکتے روح کس رنگ کی ہے اور اسکی شکل کیسی ہے؟ اسی طرح حق تعالےٰ

کے متعلق یہ سوال ہی غلط ہے کہ اس کی شکل کیسی ہے؟ اس کا رنگ کیسا ہے؟ وہ کیسے ہیں ان کیلئے یہ بے جا سوالات ہیں۔ میں تو پوچھتا ہوں کہ آپ کی عقل کس رنگ کی ہے اس کی کیا شکل ہے۔ آپ کہتے ہیں یہ معلوم نہیں مگر عقل ہے ضرور۔ اسی طرح حق تعالیٰ بھی ضرور موجود ہے مگر یہ سوال آپ کا غلط ہے۔ مجرد کے لئے یہ سوالات ہی غلط ہیں۔ ہاں مجسم شئی کے لئے آپ پوچھ سکتے ہیں اس کی شان یہ ہے لیس کمثلہ شیئ۔ اس زمین و آسمان میں خدا کی مثل کوئی چیز ہی نہیں ہے کہ اس کی طرف اشارہ کر کے کہیں کہ خدا ایسا ہے۔ جیسے عقل اور روح کے متعلق سوال کریں کہ اس کی کوئی مثال اور شبیہ دکھاؤ۔ نہیں ملے گی مگر ماننا پڑے گا کہ ہیں ایسے ہی وجود باری تعالیٰ ہے کہ وہ بے مثل ہے اور ماننا لابدی ہے۔

اب سمجھ گئے آپ کہ انسان کے وجود میں اللہ کے وجود کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں پس تم دیکھتے سوچتے نہیں ہو؟ قرآن کہتا ہے کہ تم غور و فکر نہ کرو۔

فصل ۳

احباب ذرا باہر کی کائنات پر غور کرو۔ دیکھو جس چیز کی زندگی کیلئے سب سے زیادہ ضرورت تھی اسکی بخشائش میں وہی سب سے زیادہ عام ہے اور جن جن چیزوں کی خاص خاص حالتوں اور گوشوں کے لئے تھی ان میں اختصاص پایا جاتا ہے۔ ہوا کی سب سے زیادہ ضرورت تھی سو اس کا سامان اتنا وافر اور عام ہے کہ کوئی جگہ گوشہ کوئی وقت اس سے خالی نہیں۔ فضا میں ہوا کا بے حد و کنار سمندر پھیلا ہوا ہے جب کبھی جہاں کہیں سانس لو زندگی کا سب سے زیادہ ضروری جوہر تمہارے

لئے مہیا ہے۔ ہوا سے دوسرے درجے پر پانی ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط۔ سو اس کی بخشائش میں ہوا کے بعد پانی کی ضرورت زیادہ تھی تو دیکھ لو زمین کے نیچے آبِ شیریں کی سوتیں بہہ رہی ہیں زمین کے اوپر ہر طرف دریا رواں پھر فضائے آسمانی میں بادلوں کا کارخانہ جو شب و روز سرگرم رہتا ہے یہ کارخانہ سمندر کا شوراب کھینچتا ہے اسے صاف و شیریں بنا کر جمع کرتا ہے پھر حسب ضرورت زمین کے حوالے کر دیتا ہے پانی کے بعد غذا کی ضرورت تھی تو غور کرو اس کا دسترخوانِ کرم خشکی اور تری میں کس طرح بچھا ہوا ہے۔ کوئی مخلوق ایسی نہیں کہ اس کے گردو پیش میں اس کی غذا کا ذخیرہ موجود نہ ہو۔

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون ۔:۔ کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے حباب
کون لایا کھینچ کے پچھم سے بادِ سازگار ۔:۔ خاک یہ کس کی ہے کس کا ہے نورِ آفتاب
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب ۔:۔ موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب

اس تمام کارخانۂ عالم کو اس کی ہر چیز کو نظرِ عبرت سے دیکھو۔ کس طرح کسی حاکم اعلیٰ کے حکم میں سرگرداں اور منہمک ہے۔ ایک ذرہ بھی حکم عدولی نہیں کر رہا ہے اور اپنے حاکم اعلیٰ کے وجود کی خبر دے رہا ہے۔

سورج اس لئے ہے کہ روشنی کے چراغ کا اور گرمی کے لئے تنور کا کام دے اور اپنی کرنوں سے پانی کے ڈول بھر بھر کر سمندر سے کھینچتا رہے۔ ہوائیں اس لئے ہیں کہ اپنی سردی اور گرمی سے مطلوبہ اثرات پیدا کرتی رہیں۔ کبھی ذراتِ سمندر جما کر ابر کی چادریں بچھا دیں۔ کبھی ابر کو پانی بنا کر بارش برسا دیں۔ زمین

اس لئے ہے کہ نشوونما کے خزانوں سے ہمیشہ معمور رہے اور ہر دانے کے لئے اپنی گود میں زندگی اور ہر پودے کے لئے اپنے سینے میں پرورگی رکھے مختصر یہ ہے کہ ہر قوت اپنی استعداد کے مطابق ہمہ وقت حکم الٰہی کی منتظر ہے۔ اور کام کے لئے مستعد و منتظر ہے جوں ہی کسی وجود کو نشوونما کرنے کا حکم آیا یہ تمام کارخانہ ہستی اس کی طرف متوجہ ہوا۔ سورج کی تمام کارفرمائیاں فضا کے تغیرات، زمین کی تمام قوتیں، عناصر کی تمام سرگرمیاں صرف اس انتظار میں ہیں کہ کب چیونٹی کے انڈے میں سے ایک بچہ باہر آئے اور کب دہقان کی جھولی میں سے ایک دانہ گرے اور یہ محکوم اپنا اپنا کام شروع کریں وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي ذَالِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ۔

اور آسمان و زمین میں جو کچھ بھی ہے سب کو اللہ نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے بلاشبہ ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرنے والے ہیں ان باتوں میں معرفت الٰہی کی بڑی نشانیاں ہیں۔ پھر آپ ذرا غور کریں کس طرح سے پروردگار کی پروردگاری ہر وجود کے گرد و پیش میں نمایاں ہے۔

وَذَالِكَ لِمَنْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ۔ ہم دیکھتے ہیں ہر مخلوق کی بناوٹ اس طرح واقع ہوئی ہے کہ اس کو ہر چیز اسے زندہ رہنے اور نشوونما پانے کے لئے مدد دیتی ہے۔

اور اس کی ہر ساخت اس کی تمام مقتضیات کے عین مطابق ہے۔ اس کی جسمانی ساخت اور معنوی قویٰ کے لئے ایک خاص اندازہ مقرر کر دیا

ہے جس سے وہ باہر نہیں ہو سکتا اسی کو قرآن کریم نے تقدیر سے تعبیر کیا ہے اور کبھی اسے ہدایت کہا ہے۔ تقدیر کے معنی اندازہ کر دینے کے ہیں۔ لہٰذا ہر چیز اس باری تعالیٰ کے مقرر کردہ اندازے سے باہر نہیں جا سکتی اور وہ اللہ ہی کی ذات ہے جو ہر وجود کو اس کے مقتضیات کی طرف ہدایت دیتی ہے اور یہ ہدایت ساری مخلوق میں عام ہے۔ جاندار ہو یا بے جان ہو۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى

تو اپنے رب اعلیٰ کی تسبیح بیان کر جس نے پیدا کیا۔ پس ٹھیک ٹھیک پیدا کیا اور جس نے اندازہ مقرر کیا۔ پس اس نے ہدایت دی۔ ایک جگہ فرمایا

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا - اس نے تمام چیزیں پیدا کیں پھر ہر چیز کے لئے (اس کی ہر حالت و ضرورت کے مطابق) ایک خاص اندازہ ٹھہرایا۔

آخر یہ کیا بات ہے کہ ہر چیز کے گرد و پیش اور اس کی پیداوار میں ہمیشہ مطابقت پائی جاتی ہے۔ یوں کہو کہ ہر مخلوق اپنی ظاہری و باطنی بناوٹ میں ویسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ اس کا گرد و پیش ہے اور ہر گرد و پیش ایسا ہی ہوتا ہے جیسی اس کی مخلوق ہے۔ یہ اس حکیم قدیر کی ٹھہرائی ہوئی تقدیر ہے مثلاً پرند کا جسم اڑنے والا۔ مچھلی کا بدن تیرنے والا۔ چارپایوں کا چار پاؤں سے چلنے والا۔ حشرات کا رینگنے والا بنایا۔ اس کے خلاف دریا میں پرند نہیں ہوتا اس لئے کہ یہ گرد و پیش اس کی پرورش کے لئے مفید نہیں ناموافق ہے۔ خشکی میں مچھلیاں نہیں پیدا ہو سکتیں کیوں کہ خشکی اور اس کا گرد و پیش اس کے مطابق نہیں۔ یہ ایک

قانون فطرت ہے اگر اس کے خلاف یعنی اس تقدیر خداوندی کے خلاف کوئی خاص گرد وپیش کی مخلوق خلاف گرد وپیش میں چلی جاتی ہے تو وہ زندہ نہیں رہتی یا پھر اس کی تمام ساخت گرد وپیش کے مطابق جایا کرتی ہے اور یہ تقدیر و اندازہ ہر ہر چیز میں رکھا ہے حتیٰ کہ آفتاب بھی اسی تقدیر خداوندی کے تابع ہے۔ سورۂ یٰسین میں ہے وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (یٰسین) اور آفتاب کے لئے جو قرار گاہ ٹھہرا دی گئی ہے وہ اسی پر چلتا ہے یہ عزیز و علیم خدا کی تقدیر اور حد بندی ہے۔

اسی طرح ہدایت کو دیکھ لیں یہاں ہدایت کے معنی اپنی مخلوقات کے لئے پرورش کی راہیں کھولنا ان کو زندگی گذارنے کی راہ پر لگانا اور ضروریات زندگی کی طلب و حصول میں رہنمائی کرتا ہے اگر خدا کی یہ ہدایت نہ ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ کوئی مخلوق بھی دنیا کے سامانِ حیات و پرورش سے فائدہ اٹھاسکتی۔ یہ ہر مخلوق کے وجدان میں فطری الہام خداوندی ہے۔ جو اس کے حواس وادراک کی استعداد کے مطابق چراغ روشن کر دیتی ہے۔

ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ ہر مخلوق میں ایک اندرونی الہام موجود ہے جو اسے زندگی اور پرورش کی طرف خود بخود لگا دیتا ہے۔ اسے باہر کی تعلیم کی حاجت ہی نہیں پڑتی۔ انسان کا بچہ ہو یا حیوان کا جیسے ہی مادرِ شکم سے باہر آتا ہے خود بخود معلوم کر لیتا ہے کہ اس کی غذا ماں

کے سینے میں ہے اور جب پستان منہ میں لے لیتا ہے تو جانتا ہے کہ اسے دبا دبا کر چوسنا چاہیئے۔ بلی کے بچے دیکھئے ابھی ابھی وہ پیدا ہوئے ان کی آنکھیں بھی نہیں کھلی ہیں لیکن ماں جوشِ محبت میں انہیں چاٹ رہی اور بچے اس کے سینے پر منہ مار رہے ہیں۔ یہ بچہّ جس نے عالمِ ہستی میں ابھی قدم رکھا ہے جسے خارج کے اثرات نے چھوا تک نہیں ہے کس طرح معلوم کر لیتا ہے کہ اسے پستان منہ میں لے لینا چاہیئے۔ اس کی غذا کا سرچشمہ یہیں ہے۔ وہ کون ہے جو اس کے کان میں پھونک مارتا ہے کہ اس طرح غذا حاصل کر، یہ وہی ہدایتِ خداوندی ہے۔ بلی پہلی مرتبہ حاملہ ہوتی ہے اسے ابھی کوئی پچھلا تجربہ حاصل نہیں تاہم کوئی اندرونی ہدایت والہام ہے جو اسے بتا دیتی ہیں کہ تجھے اب تیاریاں شروع کر دینی چاہئیں۔ جوں جوں اس کے حمل کے وضع کا وقت قریب آتا جاتا ہے اس کی توجہ ہر طرف سے ہٹ جاتی ہے اور کسی گوشے کی جستجو میں لگ جاتی ہے اور مکان کا ایک ایک کونہ دیکھتی پھرا کرتی ہے پھر اپنے نزدیک سب سے محفوظ اور اور علیحدہ گوشہ چھانٹ لیتی ہے اور وہاں بچہّ دیتی ہے پھر یکایک اس کے دل میں بچے کی طرف سے ایک خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ بلاّ اس کا دشمن ہے اس لئے بچوّں کو اٹھائے پھرتی ہے یہ کون سا وہم ہے جو اسے خبردار کرتا ہے کہ بلاّ ان کی بُو سونگھتا پھرتا ہے وہ ان کو مار دے گا اس لئے جگہ بدلنی چاہیئے یہ سب ربوبیت الہٰی کی

ہدایت ہے جس کا الہام ہر مخلوق کے اندر اپنی نمود رکھتا ہے پھر ہر وجود کو اتنی ہی اور ویسی ہی استعداد دی گئی ہے جتنی اور جیسی اس کے احوال وظروف کے لئے ضروری تھی۔ چیونٹی کی قوتِ شامہ نہایت دور رس ہوتی ہے وہ اس قوت کے ذریعہ اپنی غذا حاصل کرتی ہے۔ چیل اور عقاب کی نگاہ تیز ہوتی ہے تاکہ وہ فضا میں اڑتے ہوئے اپنا شکار دیکھ سکیں۔ اس الہام کو خدا نے کہیں کہیں وحی سے تعبیر کیا ہے وحی کے معنی مخفی اشارے کے ہیں۔

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ (پ ۱۴)

اور تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں اور درختوں میں اور ان ٹٹیوں میں جو اس غرض کے لئے بلند کی جاتی ہیں اپنے لئے چھتے بنائے۔

اور یہی وہ الہام اور ہدایت ہے جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے جواب میں کہی تھی۔

فَمَنْ رَّبُّکُمَا یٰمُوْسٰی اے موسیٰ تمہارا پروردگار کون ہے؟ تو انہوں نے کہا رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی (پ ۱۶) ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی بناوٹ دی پھر اس پر زندگی و معیشت کی راہ کھول دی۔ ہے نا راہ کھولنے والا فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ۔ پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو۔

اے عقل کے داد دینے والو! ذرا اس ننی منی شہد کی مکھی کے احوال سنو اور ان کے خالق کی صنعت سے اس کی خالقیت کا اقرار کرو۔

یہ شہد کی مکھی جسے عربی میں نحل کہتے ہیں۔ اس میں تجربہ کاری ہے شجاعت ہے، انجام کی فہم ہے، سال بھر کے فصلوں کو جانتی ہے، بارش کے اوقات سے باخبر ہوتی ہے، اپنی رہائش اور کھانے کی پوری منتظم ہوتی ہے اپنے امیر کی پوری تابعدار رہتی ہے۔ کیا اس کا کوئی خالق، مدبر اور ملہم نہیں ہے؟

جب یہ کہیں اپنا چھتہ جوڑتی ہیں تو موم لاتی ہیں۔ اس سے پہلے اپنے بادشاہوں کے رہنے کی جگہ، پھر مذکروں کے لئے، جو کام نہیں کرتے، بناتی ہیں۔ ان کے مذکر عام طور سے مؤنث سے چھوٹے ہوتے ہیں۔ اور اپنے بادشاہ سے فساد دیکھتی ہیں تو اسے معزول کر دیتی ہیں یا قتل کر دیتی ہیں۔ اور بعض مکھی شہد بناتی ہیں، بعض موم لاتی ہیں، بعض کے ذمہ پانی کا انتظام ہوتا ہے اور بعض گھر بناتی ہیں۔ پورا تقسیم کار ہوتا ہے۔ ہر چھتہ کا ہر گوشہ چھ کونے والا ایسا یکساں بناتی ہیں کہ پرکار سے ماپ لیں تو ذرہ فرق نہیں ہوگا، پھر ان کا کل دائرہ بھی محسوس ہوتا ہے۔ یہ سب وحی الٰہی ہے۔ پھر کس طرح وہ الہام الٰہی کا امتثال کرتی ہیں۔ اور قرآن نے جو کہا ہے ان تین جگہ کے علاوہ اور کہیں بناتی بھی نہیں ہے یا پہاڑ یا درخت یا گھر۔ اور اس کی ٹٹیاں اور چھت و دیواریں۔ پہلے مکان بناتی ہیں، پھر ان کے منہ سے دو چیزیں نکلتی ہیں، موم اور شہد، ایک روشنی کے کام کی دوسری شفا

کے لئے۔ پھر پھولوں سے شہد چنتے وقت نجاسات اور زہریلے مادے سے احتراز کرتی ہیں ان کا بادشاہ نہایت عدل و انصاف کرتا ہے۔ اگر کوئی مکھی نجاست یا زہریلے مادے سے شہد چوس کر آتی ہے تو وہ بادشاہ باہر ہی اسے ختم کر دیتا ہے تاکہ قوم کو ضرر نہ پہنچے۔ اور جو ان کے چھتے کو ہاتھ لگاتا ہے اسے کاٹ لیتی ہیں۔ اور ہمیشہ یہ صاف ستھرا پانی پیتی ہے اور بقدر ضرورت شہد کھاتی ہے۔ اگر کم پائیں اس میں پانی ملا لیتی ہیں۔ اگر ان کو بھگانا ہو تو چھتے میں نمک بھر دیں یا گائے کے گوبر کی دھونی دیدیں بھاگ جائیں گی اور یہ کتنی دور نکل جائیں شام کو اپنے چھتے میں واپس آئے گی اور اپنے گھر میں رہے گی۔ یہ کس کی ہدایت ہے ؟

پھر تم اپنے شہوات، منکوحات، مشروبات، مطعومات، حسّاد و اعداء کے خیالات سے یکسو ہو کر خیال کرو کہ کس طرح اس جانور میں خالق اکبر نے شہد اور زہر جمع کر دیا ہے۔ ایک نافع ایک مضر۔

حضرت ابن عمرؓ ہر بیماری حتی کہ چوٹ اور پھنسی کا علاج شہد ہی سے کرتے تھے اور یہ پڑھا کرتے "فِيْهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ"۔ حضرت عوف بن مالکؓ کہتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا لہذا پانی لاؤ اور فرمایا ہے فِيْهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ لہذا شہد لاؤ اور فرمایا ہے شَجَرَةٌ مُّبَارَكَةٌ سو زیتون لاؤ۔ ان کو ملا کر پی جاتے اور شفا ہو جاتی۔

آپ نے غور ہی نہیں کیا، یہ سب کی سب ایک ذات وَحْدَہٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کی شہادتیں ہیں کہ واقعی ان کا خالق ہے اور وہی ان کو الہام کرتا ہے۔

اور اس نے ہر جانور کو اس کے مطابق ساخت دی ہے۔ بیل کے سینگ نہ ہوتے، باز کے خاردار پنجے نہ ہوتے، بلی کے مونچھ نہ ہوتی۔ کیا ان کی زندگی ممکن تھی؟ کہتے ہیں کہ بلی کے مونچھ کے بال میں آنکھوں کی روشنی مضمر ہے اگر مونچھ کتر دیے جائیں تو بلی کی بینائی جاتی رہتی ہے ـــــ

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ

فصل ۴

میاں تم کس فکر اور سوچ میں پڑے ہوئے ہو۔ بڑا انہماک ہو رہا ہے کیا بات ہے۔ بھائی صاحب ایک گتھی ہے چار روز ہو گئے سلجھتی ہی نہیں ہے۔ آخر وہ کیا گورکھ دھندا ہے ہم کو بھی تو معلوم ہو جائے، ہم نے بھی سائنس کا اعلیٰ کورس پاس کیا ہوا ہے۔ آپ بتائیں، میری عقل اتنی تیز ہے کہ دور سے آدمی کو دیکھ کر بتا دیتا ہوں۔ اور ریڈیو، لاؤڈ اسپیکر سب سدھارنا جانتا ہوں۔ بڑی عقل والے میرے پاس آتے ہیں اچھا فکر کی بات بتا۔ وہ کون سا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا؟ ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا۔

بھائی صاحب میں یہ سوچ رہا ہوں کہ آم کے پیڑ میں ہمیشہ آم ہی کیوں لگتے ہیں، اور سیب کے درخت میں جب دیکھو سیب ہی لٹکتے ملتے ہیں، اور دیکھئے آپ بھی بڑے عقلمند آدمی ہیں، سائنس داں بھی ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم ارادہ کریں اور خوب تدبیر کریں کہ آم کے پیڑ میں اس سال آڑو آنے چاہئیں مگر ہمارا چاہا نہیں ہوتا۔ یہ کون روک دیتا ہے؟

آخر ہم سب کچھ ہیں مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ لکڑی کو ذرا دیا سلائی دکھائی اس میں سے آگ نکلنے لگتی ہے۔ ویسے تو لکڑی میں کوئی آگ واگ نہیں ہے جیب میں رکھ لو مگر ذرا آگ دکھائی اور اس میں آگ لگی یہ کیا قصہ ہے؟ تیسری بات یہ ہے کہ میں ذرا ٹھگنا ہوں، بہت کوشش کرتا ہوں کہ صرف ایک فٹ لمبا ہو جاؤں مگر صاحب عاجز ہوں، درماندہ ہوں، نہیں ہو سکتا. آپ سائنس کے ذریعہ کوئی ترکیب کرو۔ وہ تو عقل کی پوٹ ہے۔ ایک اور ذہن میں کسک ہے وہ یہ کہ اس سورج کی چال میں کچھ فرق کرنا چاہتا ہوں۔ گرمیوں میں ذرا گرمی کم اور سردی میں زیادہ ہو جائے۔ اس کام کے لئے آپ بتائیں کس ملک میں جاؤں کہ یہ مسئلہ حل ہو جائے اور یہ ستارے آسمان پر کچھ زیادہ معلوم ہوتے ہیں میرا خیال ہے ان کو کم کر دیا جائے، کیا خیال ہے؟ میاں یہاں سب انسان عاجز ہیں۔ ہاں صاحب! جب انسان عاجز ہے تو عاجز کے مقابلہ میں کوئی قادر ماننا پڑے گا کہ یہ سب کچھ اس قادر و قیوم کی قدرت سے ہے بھلا اسے کون بدل سکتا ہے۔ دوست میری عقل بھی کچھ کام نہیں کرتی حالانکہ بڑا عقلمند ہوں مگر ان کی ترکیب مجھے بھی نہیں آتی، نہ کوئی یہ کام کر سکتا ہے۔ تو پھر کرنے والی ہستی ہی کو مان لیا جائے۔ ہاں صاحب ضرور ماننا پڑے گا یہی حق ہے۔ یہ دستور ہے کہ آم میں ہمیشہ آم لگیں، نیم کے پتے جھڑ جانے کے بعد بھی جب دوبارہ آویں تو کٹواں ہی آئیں یہ نظام ربوبیت کی یکسانیت اور ہم آہنگی ہے کہ ہر وجود کی پرورش کا سامان جس طرح اور جس اسلوب سے کیا گیا

ہے وہ ہر گوشہ میں ایک ہی ہے، اور تمام اشیاء میں غور کرو تو وہی قاعدہ چل رہا ہے، یعنی پتھر کا ایک ٹکڑا تمہیں گلاب کے شاداب اور عطر بیز پھول سے کتنا ہی مختلف دکھائی دے مگر پرورش کا طریقہ دونوں کا یکساں ہی ہے۔ انسان کا بچہ اور درخت کا پودا تمہاری نظروں میں کیسی ہی بے جوڑ چیزیں ہیں مگر قانون پرورش نے ایک ہی دھاگے میں منسلک کیا ہوا ہے۔ پتھر کی چٹان ہو یا پھول کی کلی، انسان کا بچہ ہو یا مرغی کا بچہ یا چیونٹی کا انڈا قبل اس کے کہ یہ پیدا ہو سامان پرورش پہلے سے مہیا ہو جاتا ہے۔ طفولیت کا دور آتا ہے، اور سب پر آتا ہے حتیٰ کہ مٹی کے تودے پر آتا ہے۔ پھر طفولیت رشد و بلوغ کی طرف آتی ہے حتیٰ کہ ہر ایک اپنے سن کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ اس کے بعد انحطاط شروع ہوتا ہے اور سب کا ایک ہی طرح خاتمہ ہو جاتا ہے۔ کسی کو آپ مرجانا کہتے ہیں، کسی کو مرجھانا اور کسی کو پامال ہو جانا۔ مطلب سب کا ایک ہی ہے:-

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ (پ ۲۱)

یہ اللہ ہی کی کارفرمائی ہے کہ اس نے تم کو اس طرح پیدا کیا کہ پہلے ناتوانی کی حالت ہوتی ہے پھر ناتوانی کے بعد قوت آتی ہے، پھر قوت کے بعد دوبارہ ناتوانی اور بڑھاپا آتا ہے۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور وہ علم و قدرت رکھنے والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهٗ
يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا
اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ
حُطَامًا ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ (پ ۲۳)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا پھر زمین میں اس کے چشمے رواں کئے پھر اسی پانی سے رنگ برنگ کی کھیتیاں لہلہا اٹھیں، پھر ان کی نشو ونما میں ترقی ہوئی اور پوری طرح پک کر تیار ہو گئیں پھر تم دیکھتے ہو ان پر زردی چھا گئی پھر آخر خشک ہو کر چورا چورا ہو گئی بلاشبہ دانشمندوں کے لئے اس صورت حال میں بڑی ہی عبرت ہے۔

تم تو آم اور آڑو ہی کو سوچ رہے تھے یہ تو ہر چیز ایک نظام میں منظم ہے اور سب پردۂ عدم سے آتے اور ان منازل کو طے کرتے ہوئے ختم ہو جاتے ہیں، اور جب ہر شئے میں یہ نظام الٰہی چل رہا ہے تو یہ بھی صحیح ہے کہ یہ کارخانۂ عالم بھی اس نظام کے تحت فنا ہو جائے گا اس کی طفولیت جوانی جا چکی، اب یہ دنیا بڑھاپے میں ہے، انشاء اللہ اس کا بھی خاتمہ بالخیر ہونے والا ہے، یہ سبق یہیں سے ملا، قرآن کہتا ہے:-

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ
يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (سورۂ بقرہ)

تم کیسے اللہ کی عبادت سے انکار کر سکتے ہو جبکہ حالت یہ ہے کہ تمہارا وجود نہ تھا اس نے زندگی بخشی پھر وہی ہے جو زندگی کے بعد

موت طاری کرتا ہے اور موت کے بعد دوبارہ زندگی بخشے گا، اور بالآخر تم کو اسی کے حضور لوٹنا ہے۔

جب تک غذا کا تعلق ہے دو قسم کے حیوانات ہیں۔ ایک دودھ سے پرورش پانے والے دوسرے عام غذا سے پلنے والے۔ ان دونوں کا عہد طفولیت سے آخر تک غذا کا عجیب و غریب نظام پایا جا رہا ہے۔ دودھ سے پرورش پانے والوں میں ایک انسان بھی ہے، سو انسان اپنی ہی ہستی کا مطالعہ کرے۔ جونہی وہ پیدا ہوتا ہے اس کی غذا ساری مناسبتوں اور خاصیتوں سمیت خود بخود مہیا ہو جاتی ہے اور اس کے بالکل موزوں و مناسب اور نہایت موزوں جگہ مقرر ہوتی ہے۔ ماں جوش محبت میں اسے سینے سے لگا لیتی ہے اور غذا کا سرچشمہ وہیں پہلے سے موجود پاتا ہے، پھر جوں جوں بچے کا مزاج بدلتا ہے غذا بدل دی جاتی ہے، ابتداء میں بچے کا معدہ کمزور ہوتا ہے تو اسے ہلکا پھلکا ماں کا دودھ ملتا ہے، جوں جوں عمر بڑھتی اور معدہ قوی ہوتا جاتا ہے قوام اور دودھ کی ماہیت بھی بدلتی رہتی ہے، جب عہد رضاعت پورا ہو گیا معدہ قوی ہو گیا تو خود بخود ماں کا دودھ خشک ہونے لگتا ہے، گویا اشارہ اس طرف ہے کہ اب اسے دودھ کی ضرورت نہیں رہی، یہ ہر طرح کی غذائیں استعمال کر سکتا ہے۔

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (پ ۲۶)

"حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہیں"

پھر ماں سے پرورش کرانا ہے تو اس کے اندر کسقدر محبت ودیعت کر دی گئی ہے جسے طبیعت بشری کے تمام جذبات میں زیادہ پرجوش اور ناقابل تسخیر بنا دیا ہے۔ دنیا کی کوئی قوت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی جسے ماں کی مامتا کہتے ہیں۔

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّ — "اس کی ماں نے تکلیف کے
وَضَعَتْهُ كُرْهًا (پ ۲۶) — ساتھ اسکو پیٹ میں رکھا اور
(پ ۲۶) — تکلیف کے ساتھ جنا"

زندگی کی کوئی فراموشی نہیں جو اس ماں پر نہ طاری ہوتی ہو اور راحت و آرام کی کوئی قربانی ایسی نہیں جس سے یہ گریز کر جائے۔

پھر دیکھو کارساز حقیقی کی کارسازی کہ جوں جوں بچے کی عمر بڑھتی جاتی ہے اور بچہ اپنے آپ سنبھلنے لگتا ہے تو محبت مادری کا یہ شعلہ خودبخود دھیما پڑتا جاتا ہے۔ حیوانات میں تو بالکل بجھ ہی جاتا ہے۔ اور بلی اپنے بچوں کو ہٹانے کے لئے مارتی ہے، بکری الگ اس کو الٹی مار مار کر بھگا دیتی ہے۔

جو جانور انڈوں سے پیدا ہوتے ہیں ان کی ساخت جداگانہ بنائی گئی ہے وہ اوّل وقت ہی سے کھانا شروع کر دیتے ہیں، چنانچہ مرغی کا بچہ انڈے سے باہر آتے ہی اپنی غذا ڈھونڈنے لگتا ہے، اور کھانا شروع کر دیتا ہے۔ اگر نہ کھا سکے تو مرغی چوگا بنا کر اس کے منہ میں رکھ دیتی ہے۔ مرغی کے بچے کو کس ڈاکٹر نے پڑھایا کہ انڈے سے نکلتے

ہی پانی کے پیالے پر جاتا ہے اسے کیا خبر کہ تیری پیاس کے بجھانے کے لئے یہ پانی پیدا کیا ہے اور اس کو پینے سے تیری پیاس بجھ جائے گی، کہ اس میں چونچ بھرا اور اوپر کو سر اٹھا خود بخود یہ تیرے سینے میں اتر جائے گا۔ اور ذرات زمین سینکڑوں ہزاروں گرد پھیلے پڑے ہیں، مگر اسے کس نے بتلایا کہ یہ کنکریاں تیری غذا نہیں یہ مٹی تجھے تسکین نہ دے گی وہ اپنی اصل غذا دانہ دُنکا دیکھتا اور وہیں چونچ مار کر کھا لیتا ہے۔ مرغی کے بچے ایک دانے پر کس طرح لڑتے ہیں جس کو ملا وہی لے بھاگا، دوسرا اس کے پیچھے لپکتا ہے وہ چونچ میں دبائے ہوئے دائیں بائیں پھرتا ہے، یہ الہام خداوندی نہیں تو اور کیا ہے۔ اس خدائے قدوس کا کیسے انکار کیا جا سکتا ہے جبکہ اس کی ربوبیت اظہر من الشمس ہے۔ جو انکار کرے وہ نادان و بیوقوف ہے۔ وھوالواحد الموجود

فصل ۵

دوست یہ تو بتاؤ کہ ہمارے پڑوس میں ایک مالدار آدمی ہے۔ مگر ہم سے اس کی مالداری دیکھی نہیں جاتی۔ اسے پست کیسے کیا جائے اسے بدنام کرنے کی کوئی رائے عالی ہو تو مطلع کریں کہ اسے کام میں لایا جائے۔ آخر کیوں؟ بس جی چاہتا ہے اسے لوگوں کی نظروں میں گھٹایا جائے۔ دوست نے کہا دوست اس کی دو ترکیبیں ہیں، ایک تو یہ کہ تم مالداروں کے خلاف پروپیگنڈہ کرو کہ مالدار لوگ غریب آدمیوں

کا خون چوستے ہیں۔ خود عیش کرتے ہیں۔ غریب مر رہے ہیں ان کی کوئی پروا نہیں۔ بڑے پیٹ والے ظالم ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ دوست نے کہا مگر یار وہ تو بڑا خدا ترس غریبوں کی دیکھ بھال رکھنے والا ہے، امداد جاری رکھتا ہے۔ دوسرے دوست نے کہا کہ تم یہ رُخ نہیں دیکھو ورنہ مقصد حل نہ ہوگا۔ ایک کام کرنا ہے بس کر دو۔

دوسری ترکیب یہ ہے کہ اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرو کہ میاں یہ مالدار نہیں ہے ٹھگ ہے اپنی غرض کے لئے دیتا لیتا ہے اس کے پاس کچھ نہیں ہے جو نظر آتا ہے دوسروں کا ہے۔ اس کی تو گھر میں چٹائی بھی نہیں ہے۔ اس کے پاس اپنی مال کی بات ہی نہیں ہے۔ دوست نے کہا کہ کون مانے گا؟ دوسرے نے کہا کہ تو یہ کام کر سب نہیں تو آدھے تو تیری طرف ہو ہی جائیں گے۔ کون اس کی تحقیق کرتا ہے سب مان لیں گے۔ کچھ شک میں پڑ جائیں گے دو چار رہیں گے ان پر بھی یہی الزام لگا دینا۔ میری تو یہی رائے ہے۔ وہ دوست کہنے لگا کہ یہ معاملہ تو اسلام کے ساتھ ہو رہا ہے۔ یہ پروپیگنڈہ بڑے زوروں پر ہے جن کو اسلام سے ضد ہے ان کا یہ ہتھیار بہت چل رہا ہے اسلام کی برائی کرو اور کہو کہ اسلام میں کچھ نہیں ہے۔ اور یہ تو عقل کے خلاف ہے۔ آج عقل کا زمانہ ہے۔ اسلام عقل سے روکتا ہے۔ یار اسلام کو گرانے کے لئے دشمنان اسلام یہی پروپیگنڈہ کر رہے اور مسلمان ان کی ہاں میں ہاں ملاتے جا رہے ہیں۔ رفتہ رفتہ معاشرے کو بدل رہے ہیں ان کے گھر میں اسلام ہی نہ رہے گا تو کون

چلے گا؟ دوست، تو کیا اسلام واقعی عقل کے خلاف ہے؟ نہیں میاں یہ سب جہالت ہے سائنس تو صرف مادیات ہی میں عقل سے کام کر رہی ہے اسلام تو مادیات اور روحانیات دونوں میں عقل لڑانے کی دعوت دے رہا ہے اسے پڑھتے نہیں ہیں دشمن کی باتوں سے مرعوب ہو گئے ہیں ورنہ قرآن تو خود عقل کی طرف بلاتا ہے کہ عقل سے کام لو سوچو سمجھو اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ کتنی جگہ آیا ہے کہ تم لوگ عقل سے کام لو۔ یہ لوگ عقل سے کیوں کام نہیں لیتے۔ مگر اسی عقل سے کام نہ لینے کے خلاف اسلام پر پروپیگنڈہ چل رہا ہے۔ حالاں کہ قرآن کی تو اول دلیل یہی دلیلِ تعقل ہے وہ جابجا اس پر زور دیتا ہے کہ انسان کے لئے حقیقت شناسی کی راہ یہی ہے کہ خدا کی دی ہوئی عقل و بصیرت سے کام لے اور اپنے وجود کے اندر اور باہر جو کچھ بھی ہے اس میں تدبر و تفکر کرے، وہ کہتا ہے:

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ وَفِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (پ ۲۶)

"اور یقین رکھنے والوں کیلئے زمین میں (معرفت الٰہی کی) نشانیاں ہیں اور تمہارے وجود میں بھی پھر کیا تم دیکھتے نہیں۔"

اسی لئے اس قوت کے ٹھیک ٹھیک استعمال نہ کرنے پر جواب دہی کرنی ہوگی:

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا (پ ۱۵)

"یقیناً انسان کا سننا دیکھنا سوچنا سب اپنی اپنی جگہ جواب دہی رکھتے ہیں۔"

زمین کی ہر چیز میں آسمان کے ہر منظر میں زندگی کے ہر تغیر میں فکر انسانی کے لئے معرفت حقیقت کی نشانیاں ہیں بشرطیکہ وہ غفلت و اعراض میں مبتلا نہ ہو۔

وَكَأَيِّنْ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ط (پ ۱۳)

"زمین و آسمان میں کتنی ہی نشانیاں ہیں مگر (افسوس انسان کی غفلت پر) لوگ ان پر سے گزر جاتے ہیں اور نظر اٹھا کر دیکھتے تک نہیں۔"

جب انسان غور کرے گا تو یہ نظام عالم ایک نظم میں منسلک پائے گا جس میں سراسر حکمت و مصلحت موجود ہے۔ یہ تخلیق بالباطل نہیں بلکہ یہ تخلیق بالحق ہے۔ اس کو پیدا کرنا باطل نہیں بے کار نہیں بلکہ سچا ہے ایسا ہونا ہی چاہئے تھا۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ط (پ ۲۰)

"اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمانوں کو حکمت و مصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور بلاشبہ اس بات میں ارباب ایمان کے لئے معرفت حق کی ایک بڑی نشانی ہے۔"

پھر جو غور و فکر کرتے ہیں ان کی صدائے حال یہ ہوتی ہے وہ کہہ پڑتے ہیں۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۔ (پ ۴)

"اے ہمارے پروردگار یہ سب کچھ تونے اس لئے نہیں پیدا کیا کہ محض ایک بیکار عبث سا کام ہو۔"

حق تعالیٰ خود فرماتے ہیں :

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

(پ ۲۶)

"ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے محض کھیل اور تماشہ کے طور سے نہیں پیدا کیا، ہم نے نہیں پیدا کیا مگر مصلحت و حکمت کے ساتھ مگر اکثر انسان ایسے ہیں جو اس حقیقت کا علم نہیں رکھتے۔"

خداوند تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ بنائے اور جو کچھ بنائے اس میں زندگی کے لئے راحت کا سامان ہو۔ خود وہ نظام بھی راحت دہ ہو۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝

(پ ۲۳)

"آسمانوں اور زمین کو حکمت سے پیدا کیا ہے۔ اس نے رات اور دن کا ایسا انتظام کیا ہے کہ رات دن پر لپٹی جاتی ہے اور

دن رات پر لپیٹا آتا ہے اور سورج و چاند کو اس کی قدرت نے مسخر کر رکھا ہے سب اپنی اپنی جگہ اپنے وقت مقررہ وقت تک کے لئے گردش کر رہے ہیں (یہ کون ہے کرنے والا) سن لو وہ عزیز و غفار ہے"

زمین سے پہلے اس آسمان کی عجائب المخلوقاتی میں غور کرو۔ کچھ عقل سے کام لو۔ آخر وہ کون ہے جس نے یہ حساب سنبھال رکھا ہے کہ ذرہ بھر اس حساب میں فرق نہیں آتا۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (پ ۱۵)

"وہی اللہ ہے جس نے آفتاب کو درخشندہ اور چاند کو روشن بنایا پھر چاند کی منزلیں ٹھہرا دیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور اوقات کا حساب معلوم کر لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے ان لوگوں کے لئے معرفت کی نشانیاں الگ الگ کر کے واضح کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں"

آپ دیکھ رہے ہیں قرآن مجید تو خوب علم پھیلانے اور عقل سے کام لینے کا حکم کر رہا ہے کہ اس خدا کی مخلوق زمین و آسمان اور اس کے درمیان کی ہر چیز میں خوب غور و فکر کرو۔ اس غور و فکر اور عقل لڑانے سے تم کو

جہاں اور تحقیقات ہوں گی بدن کا رُواں رُواں یہ بھی کہے گا کہ ہاں یہ خود بخود نہیں بلکہ اس کا ایک خالق اور منتظم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں کائنات ہے۔

مگر صاحب اسلام اور قرآن کو تو ایسا بتاتے ہیں کہ اس کا عقل سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے گویا اسلام بے عقلی کا نام ہے پھر یہی نہیں طرح طرح کی چیندیاں لگاتے ہیں کہ اسلام تو کسی خطہ میں موجود ہی نہیں ہے یہ چلنے والا ہی نہیں ہے۔ اسلام کہاں ہیں۔ الامان والحفیظ۔

دیکھیئے موجود ہونے کے دو معنی ہیں۔ کسی ملک میں موجود نہ ہو۔ یا افراد میں نہ ہو۔ اگر ان میں سے کسی طرح موجود ہو تو اسے موجود کہیں گے۔ سو اگر کسی ملک میں اسلام نہ ہو تو مان سکتے ہیں لیکن اسلام افراد میں بھی نہیں یہ مسلّم نہیں ہے۔ افراد میں پورا کا پورا اسلام موجود رہا ہے اور ہے اور رہے گا۔ یہ بھی وجود کی ایک فرد ہے۔

اور سارا کا سارا قانون اسلام کسی ایک جماعت یا فرد میں دیکھنا بھالنا یہ تو کسی بھی قانون کو نہیں بتا سکتے۔ مثلاً کسی ملک و قوم کے قانون کی ایک ہزار دفعات ہیں تو کیا وہ ساری دفعات کسی ایک آدمی یا جماعت پر لگا دی جائیں گی۔ میاں بھائی ایک آدمی سارے جرم جس پر قانون نے سزا رکھی ہے نہیں کر سکتا، نہ سارے قانون بیک وقت ظاہر ہوتے ہیں موقعہ بموقعہ ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح اسلام ہے مختلف قوانین کے ماتحت مختلف افراد آیا کرتے ہیں۔ سارے قانون ایک آدمی پر لاگو نہیں ہوا کرتے اب آپ سارا اسلام ایک آدمی پر دیکھنا

چاہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہاں اسلام کی تمام باتیں افراد اسلام میں جاری ساری ہیں اس پر عمل کرنے والے ہر جگہ موجود ہیں۔ اسلام چل رہا ہے آپ کو معلوم نہیں وہ کب اٹھا ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں آپ جواب دیتے جائیں۔ اسلام کا بنیادی اصول ہے کلمہ پڑھنا۔ کیا کلمہ گو مسلمان ایک بھی نظر نہیں آتا، دوسرا بنیادی اصول ہے پنجوقتہ نماز پڑھنا تو کیا نماز پڑھنے والا روئے زمین پر کوئی نہیں رہا، تیسرا اصول ہے زکوٰۃ دینا کیا زکوٰۃ دینے والوں کی کمی ہے، چوتھا اصول ہے رمضان المبارک کے روزے رکھنا کیا یکسر اس سے زمین خالی ہے، پانچویں ہے حج کرنا آپ عرفات کے میدان گئے ہیں یا نہیں، دنیا میں اگر حاجی نہ ہوں تو یہ پندرہ بیس لاکھ سالانہ کیوں اکٹھے ہوتے ہیں۔ اسلام کہتا ہے زنا نہ کرو۔ چوری نہ کرو۔ ڈاکہ نہ ڈالو۔ جھوٹ نہ بولو۔ کم نہ تولو۔ مردار نہ کھاؤ۔ شراب نہ پیو۔ تو کیا ان سے بچنے والے مسلمان دنیا میں نہیں ہیں اگر ہیں تو اسلام پر عمل نہیں کر رہے ہیں؟

اسلام کا حکم سمجھ کر نیک کام کرنے والے، گناہوں سے پرہیز کرنے والے افراد آپ کو ہر جگہ مل جاویں گے۔ صرف حدود اور تعزیرات ہیں ان میں کوئی دشواری نہیں ہے اگر آپ جاری نہ کریں تو آپ کا قصور ہے اور حدود و تعزیرات کا مقصد ان جرموں سے بچنا ہے تو بغیر ان سزاؤں کے ایسے مسلمان ہزاروں ملیں گے جو خدا کا حکم سمجھ کر ان جرموں سے پرہیز کرتے ہیں تو یہ بھی تو ان پر عمل ہوا۔ کیونکہ ان سزاؤں کا مقصد

بچانا ہے سو وہ بغیر سزا کے ہی بچے ہوئے ہیں تو یہ بھی اسلام ہی ہے سب کچھ ہے مگر اسلام نہیں ہے۔ میں دوسری جگہ چلا گیا۔ مگر کیا کیا جائے کرے کوئی مگر پڑے گا تو ئی۔

فصل ۶

ہاں خدا موجود ہے، لو سنو اب تک تم نے پڑھا یہ کائنات کے تمام اعمال و مظاہر کا اس طرح واقع ہونا کہ ہر چیز پرورش پا رہی ہے اور زندگی کی تاثیر لے رہی ہے اور ایک نظام ربوبیت جاری ساری ہے جو ہر حال کی رعایت کرتا ہے ہر انسان کو وجدانی طور سے یقین دلا دیتا ہے کہ ایک پروردگار ہستی موجود ہے اور وہ تمام باکمال صفتوں کے ساتھ متصف ہے جن کے بغیر یہ نظام ربوبیت کامل و بے عیب اور یہ کارخانۂ عالم وجود میں نہیں آسکتا تھا۔

کیا انسان کا وجدان یہ باور کر سکتا ہے کہ نظام ربوبیت کا یہ پورا کارخانہ خود بخود وجود میں آجائے اور کوئی زندہ، ارادہ کرنے والا، کوئی حکمت والا اس میں کارفرما نہ ہو؟ کیا یہ ممکن ہے کہ اس کارخانۂ ہستی کی ہر چیز میں ایک بولتی ہوئی پروردگاری اور ایک ابھری ہوئی کارسازی موجود ہو مگر کوئی پروردگار اور کارساز موجود نہ ہو تو پھر کیا یہ اندھی بہری فطرت بے جان مادہ اور بے حس الیکٹرون کے خواص ہیں جن سے یہ پروردگاری و کارسازی کا کارخانہ ظہور میں آگیا اور عقل رکھنے والی کوئی ہستی

موجود نہیں۔ سوچا تو ہوتا، پروردگاری موجود ہے مگر کوئی پروردگار نہیں۔ کارسازی موجود ہے مگر کوئی کارساز نہیں۔ رحمت تو ہے مگر رحیم نہیں۔ حکمت موجود ہے مگر حکیم نہیں، سب کچھ موجود ہے مگر کوئی موجود نہیں۔

عمل بغیر کسی عامل کے۔ نظم بغیر کسی ناظم کے۔ قیام بغیر کسی قیوم کے، عمارت بغیر کسی معمار کے۔ نقش بغیر کسی نقاش کے۔ سب کچھ مگر بغیر کسی موجود کے۔ کیا کسی انسان کی عقل یہ باور کر سکتی ہے اس کا وجدان پکارتا ہے ایسا ہونا ممکن ہے۔ اس کی تو فطرت ہی اپنی ایسی بناوٹ لے کر آئی ہے جس میں یقین و ایمان ہی ڈھل سکتا ہے۔ شک و انکار کی اس میں گنجائش ہی نہیں۔

قرآن کہتا ہے یہ بات انسان کے وجدانِ اذعانی کے خلاف ہے کہ وہ نظام ربوبیت کا مطالعہ کرے اور ایک رب العالمین ہستی کا یقین اس کے اندر جاگ نہ اٹھے۔ وہ کہتا ہے ایک انسان غفلت کی سرشاری اور سرکشی کے ہیجان میں ہر چیز سے انکار کر سکتا ہے مگر اپنی فطرت سے انکار نہیں کر سکتا، وہ ہر چیز کے خلاف جنگ کر سکتا ہے مگر اپنی فطرت کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھا سکتا۔ جب وہ اپنے چاروں طرف پروردگاری کا ایک عالمگیر کارخانہ پھیلا ہوا دیکھتا ہے تو اس کی فطرت کی صدا کیا ہوتی ہے، اس کے دل کے ایک ایک ریشے میں کیا اعتقاد سما جاتا ہے، کیا یہی نہیں کہ ایک پروردگار ہستی موجود ہے اور یہ سب کچھ اسی کی کرشمہ سازیاں ہیں۔

اور یاد رکھئے قرآن کا اسلوب بیان یہ نہیں کہ نظری مقدمات اور ذہنی مسلمات کی شکلیں ترتیب دے پھر بحث و تقریر کر کے مخاطب کو تسلیم کرنے پر مجبور کرے۔ قرآن کا تمام تر خطاب انسان کے فطری وجدان و ذوق سے ہوتا ہے، وہ کہتا ہے خدا پرستی کا جذبہ انسانی فطرت کا خمیر ہے اگر ایک انسان اس سے انکار کرنے لگتا ہے تو اس کی غفلت ہے اور ضروری ہے کہ اس کو غفلت سے چونکا دینے کے لئے دلیلیں پیش کی جائیں لیکن یہ دلیل ایسی نہیں ہونی چاہیئے جو ذہن و دماغ میں کاوش پیدا کر دے بلکہ ایسی ہونی چاہیئے جو اس کے دل کے خزانے میں دستک دے اور اس کا فطری وجدان بیدار کرے، پھر اس کا وجدان خود اس کو مدعا تک پہنچا دے گا اسی لئے قرآن خود انسان کی فطرت کو دلیل میں لایا ہے تاکہ یہ انسان اپنی فطرت سے ہی سمجھ لے کہ ہاں کوئی خالق موجود ہے:

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۙ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ؕ

(پ ۲۹)

"بلکہ انسان خود اپنے نفس پر حجت دیکھنے والا ہے اگرچہ وہ اپنے وجدان کے کتنے حیلے تراش لے"۔

قرآن کس طرح فطرت انسانی کو خطاب کرتا اور دل کی گہرائیوں سے جواب طلب کرتا ہے اور اس میں دلیل بھی رکھ دی ہے:

قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ

الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۚ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ اللّٰهُ ۚ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَأَنّٰى تُصْرَفُونَ ۝ (ز پ ۱۸)

"وہ کون ہے جو آسمانوں (میں پھیلے ہوئے کارخانۂ حیات) سے اور زمین (کی وسعت میں پھیلے ہوئے رزق سے) تمہیں روزی دے رہا ہے۔ وہ کون ہے جس کے قبضے میں تمہارا سننا اور دیکھنا ہے؟ وہ کون ہے جو جاندار سے بے جان کو اور بے جان کو جاندار سے نکالتا ہے اور پھر وہ کون ہستی ہے جو اس کارخانۂ ہستی کو اس نظم ونسق کے ساتھ چلا رہی ہے۔ اے پیغمبر وہ بے اختیار بول اٹھیں گے اللہ ہے (اس کے سوا کون ہو سکتا ہے) اچھا تم ان سے کہو جب تمہیں اس بات سے انکار نہیں پھر کیوں غفلت کشی سے نہیں بچتے ہاں بیشک یہ اللہ ہی ہے تمہارا پروردگار جو حق ہے اور جب یہ حق ہے تو ظہور حق کے بعد اسے نہ ماننا گمراہی نہیں تو اور کیا ہے (افسوس ہے تمہاری سمجھ پر) تم (حقیقت سے منہ پھرائے) کہاں جا رہے ہو۔"

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلٰى طَعَامِهٖۤ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فَأَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا وَّفَاكِهَةً وَّأَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۔ (پ ۳۰)

" انسان اپنی غذا پر نظر ڈالے ہم پہلے زمین پر پانی برساتے ہیں پھر اس کی سطح کو شق کر دیتے ہیں پھر اس کی روئیدگی سے طرح طرح کی چیزیں پیدا کرتے ہیں اناج کے دانے انگور کی بیلیں کھجور کے خوشے سبزی ترکاری زیتون درختوں کے جھنڈ قسم قسم کے میوے طرح طرح کا چارہ (اور یہ سب کس لئے ہے) تمہارے فائدے کے لئے اور تمہارے جانوروں کے لئے "

ان آیات میں فلینظر الانسان کے زور پر غور کرو یہ دلیلیں کسی وقت بھی انسان سے اوجھل نہیں ہو سکتیں جو غذا اسی کے سامنے دھری ہے اسی پر نظر ڈالے یہ کیا ہے ایک گیہوں کا دانہ اچھا ایک دانہ اپنی ہتھیلی پر رکھ لو اس کی پیدائش سے لیکر اس کی تکمیل تک کے تمام احوال پر غور کرو یہ حقیر سا ایک دانہ بھی وجود میں آسکتا تھا اگر یہ کارخانہ ہستی کا نظم ونسق ترتیب وار اس کی بناوٹ میں سرگرم نہ ہوتا اور جب دنیا میں ایسا نظام تربیت موجود ہے تو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تربیت کرنے والی ذات موجود نہ ہو۔

یہی استدلال سورۂ نحل میں دوسرے پیرائے میں لائے ہیں۔

اور دیکھو یہ چارپائے جنہیں تم پالتے ہو ان میں تمہارے لئے غور کرنے اور عبرت لینے اور نتیجہ نکالنے کا کتنا مواد ہے، ہم ان کے جسم سے کثافت اور خون کے درمیان سے خالص دودھ نکال دیتے ہیں جو پینے والوں کو لذت دیتا ہے۔ اسی طرح کھجور اور انگور کے درخت ہیں ان سے نشہ کا عرق اور اچھی غذا حاصل کرتے ہیں بلاشبہ اس میں عقل والوں کے لئے ربوبیت کی بڑی نشانی ہے

ہم دیکھتے ہیں دنیا میں ہر چیز ایسی ہے کہ اسے پرورش کی احتیاج ہے اور اسے پرورش مل رہی ہے سو ضروری بات ہے کہ ایک پرورش کرنے والا بھی ہو اور یہ پرورش کرنے والا یقیناً وہی ہو جو خود پروردہ اور محتاج نہ ہو اور سارے اس کے محتاج ہوں وہ کسی کا محتاج نہ ہو۔ ایسی ذات خدا کے سوا کون ہے چنانچہ سورۂ واقعہ میں فرماتے ہیں :-

اَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِــُٔوْنَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۝ (پ ۲۷)

" اچھا تم نے اس پر غور کیا کہ جو تم کھیتی کیا ری کرتے ہو اسے تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں اگر ہم چاہیں تو اسے چورا چورا کر دیں اور تم صرف یہ کہنے کے لئے رہ جاؤ افسوس ہم محروم رہ گئے اور تاوان سر پڑا۔ اچھا تم نے یہ بات بھی دیکھی کہ یہ پانی جو تمہارے پینے میں آتا ہے اسے کون برساتا ہے تم برساتے ہو یا ہم برساتے ہیں اگر ہم چاہیں تو اسے بھی (سمندر کی طرح) شور کر دیں تو پھر اس نعمت کے لئے

ضروری نہیں کہ تم شکر کرو، اچھا تم نے یہ بات بھی دیکھی کہ یہ آگ جسے تم سلگاتے ہو تو اس کے لئے لکڑی تم نے پیدا کی یا یا ہم پیدا کر رہے ہیں ہم نے اسے مسافروں کے لئے یادگار اور فائدہ بخش بنایا۔"

سورۃ فاطر میں فرمایا :-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ۝ (پ ۲۲)

"اے انسانوں اللہ تعالیٰ نے جن جن نعمتوں سے تم کو نوازا ہے ان پر غور کرو کیا اللہ کے سوا کوئی دوسرا خالق ہے جو تم کو زمین و آسمان کی بخشائشوں سے روزی دے رہا ہے، نہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے پس تم کہاں پھرے جا رہے ہو۔"

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ۝ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ (پ ۷)

"یقیناً اللہ تعالیٰ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑتا ہے (اور اس سے ہر درخت و کھیتی پیدا کر دیتا ہے) اور زندہ کو مردہ چیز سے (جیسے انڈے سے بچہ) اور زندہ سے مردہ کو (جیسے مرغی سے انڈا) نکالنے والا ہے ہاں وہی تمہارا خدا ہے پھر تم اسی سے روگردانی کر کے کہاں بھکے جا رہے ہو ہاں وہی (پردۂ شب چاک کر کے) صبح کی روشنی نمودار کرنے والا ہے اور وہی ہے جس نے رات کو سکون کا ذریعہ بنایا اور وہی ہے جس نے سورج اور چاند کی گردش اس کی درستگی کے ساتھ قائم کر دی کہ وہ حساب کا معیار بن گئی یہ اس عزیز و علیم ذات کا ٹھہرایا ہوا اندازہ ہے اور دیکھو وہی ہے جس نے تمہارے لئے ستارے پیدا کر دیئے تاکہ خشکی اور تری کی تاریکیوں میں ان سے رہنمائی پاؤ بلاشبہ ان لوگوں کے لئے جو جاننے والے ہیں ہم کھول کھول کر دلیلیں بیان کرتے ہیں۔"

واقعی انسان صرف مادیات میں پھنس کر رہ گیا کچھ تھوڑی بہت عقل اس طرف بھی تو لگائی ہوتی، آخر سوچو انسان غذا کھاتا ہے۔ گوشت ترکاری بھنڈی پیاز پانی سب ایکدم معدہ میں بھر لیتا ہے مگر ہر عضو کی غذا الگ الگ ہے۔

واقعی انسان مادیات میں پھنس کر رہ گیا کچھ تھوڑی بہت عقل اس طرف بھی تو لگائی ہوتی آخر سوچو ایک انسان غذا کھاتا ہے گوشت، ترکاری، بھنڈی، پیاز اور پانی سب ایکدم معدہ میں بھر لیتا ہے مگر ہر عضو کی غذا الگ الگ ہے۔

آنکھ کی غذا اور ہے کان کو شنوائی کی غذا چاہیے جس سے قوت سماعت آتے، ہاتھ کو بطش کی قوت چاہیے تو میں یہ پوچھتا ہوں کہ اس غذا کی ہر قوت

کو ہر ہر عضو میں کون تقسیم کرتا ہے آنکھ کی غذا اس میں جا رہی ہے کان کی قوت کان میں پہنچ رہی ہے وغیرہ وغیرہ

اچھا تم نے آنکھ کی دوا کھائی وہ معدہ میں گئی اور آنکھ ٹھیک ہو گئی یہ چھوٹی سی گولی کا اثر نہ پاؤں میں گیا نہ ہاتھ میں گیا سیدھا آنکھ میں کس نے پہنچایا۔ درد ہے سر میں اور ٹکیہ ڈالی پیٹ میں اس کا اثر سر میں کس نے پہنچایا یہ کون ہے؟

حقیقت وہ ہے جو شیخ دارانی نے کہا ہے کہ ہر نعمت کو دیکھکر خدا یاد آتا ہے اور عبرت ہوتی ہے کہ اس کا پیدا کرنے والا عجیب و غریب ہے۔

چونکہ اہل عرب اکثر سفر کرتے تھے اور ان کے سامنے یہی چار چیزیں ہوتی تھیں نیچے زمین اوپر آسمان دائیں بائیں پہاڑ اور سواری کا اونٹ اس لئے ان کو بھی قرآن نے سیدھے سادے لہجے میں ان ہی پر غور و فکر کر کے خدا کے وجود کی طرف آنے کی دعوت دی ہے:

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۔ (پ ۳۰)

"کیا یہ غور نہیں کرتے اور اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کیا گیا اور آسمان کیسے اونچا کیا گیا اور پہاڑ کس طرح جمائے گئے اور زمین کس طرح پھیلا دی گئی ہے۔"

حضرت ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کیا اور کوئی ہستی اس پر قادر ہے کہ اونٹ پیدا کر دے یا اپنا آسمان اسی طرح کا بلند کرے یا ایسے پہاڑ

جما دے یا زمین کو اپنی طاقت سے پھیلا کر دکھا دے۔ کوئی نہیں سوائے اس معبود حقیقی کے کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔

ایک دفعہ حضرت شریح قاضی کناسہ میں جا رہے تھے جہاں اونٹ بکا کرتے ہیں کسی نے پوچھا قاضی صاحب کہاں جا رہے ہو، کہنے لگے اونٹ دیکھنے جا رہا ہوں کیوں کہ پروردگار نے فرمایا ہے کہ تم اونٹ کو نہیں دیکھتے کیسے پیدا کیا گیا ہے۔

تمام جانوروں میں یہ اونٹ ایسا جانور ہے کہ جو جوان ہونے پر اپنی ماں سے جفتی نہیں کرتا۔ ایک اعرابی نے دھوکے سے ایک اونٹ کو اس کی ماں پر چڑھا دیا اونٹ کو علم ہوا تو اس نے اس اعرابی کو زندہ نہیں چھوڑا۔ اس اونٹ کا پتہ نہیں ہوتا۔

دنیا میں کوئی جانور سواری کا کام دیتا ہے کوئی دودھ دیتا ہے کوئی کھایا جاتا ہے کوئی سواری کے کام آتا ہے بعض ایسے بھی ہیں جو دو کام دیتے ہیں مگر یہ اونٹ ہی ایسا جانور ہے کہ یہ کھایا بھی جاتا ہے اس کا دودھ بھی پیا جاتا ہے سواری اور بوجھ اٹھانے کا کام بھی کرتا ہے بیک وقت چار دوں کام کا جانور ہے۔

تم اونٹ کو دیکھو تو سہی یہ اتنی لمبی گردن والا مڑا تڑا اپنی ماں کے پیٹ سے کس طرح نکلا ہے، کبھی پہاڑ پر کھڑے ہو جاؤ پر اس کی بناوٹ اور جماؤ اور سختی کو اوپر سے نیچے تک سوچو، اس زمین کی پیدائش اور اس کے اندر کیا کیا خزانے ہیں اس کا پھیلاؤ اور آسمان کی رفعت

کو سوچ کر ایمانداری سے بتاؤ یہ کسی انسان کی کارستانی ہے کیا یہ اشرف المخلوقات سب مل کر اس کا ثانی لا سکتے ہیں۔ پھر کاہے کو انکار کیئے چلے جا رہے ہیں۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ

(پ ۱۴)

"پس اگر یہ لوگ اعراض کریں تو تیرے ذمہ اے نبی محض پہنچا دینا ہے یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں پھر پہچان لینے کے بعد (ہٹ دھرمی سے) انکار کرتے ہیں اور اکثر ان میں کے کفران ہی کرنے والے ہیں"

تری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود
مری نگاہ میں ثابت نہیں وجود ترا
وجود کیا ہے فقط جوہر خودی کی نمود
کر اپنی فکر کہ جوہر ہے بے نمود ترا

آپ نے زمین و آسمان کیا کبھی چمگادڑ ہی کو سوچ لیا ہوتا یہ کیا قصہ ہے کہ جہاں رات آنے لگی اور حیوان کا خون چوسنے کے لئے مچھر اڑا ادھر چمگادڑ کی آنکھ جو سورج سے چندھیائی ہوئی تھی کھلی اور اس نے مچھر کا لقمہ کرنا شروع کیا دیکھا طالب رزق پر کس طرح طالب رزق مسلط ہوا ہے۔ یہ بھی سوچو چمگادڑ کے دو کان ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کے

دانت ہوتے ہیں وہ پرندہ ہے اس کے چونچ ہوتی ہے اس کو حیض آتا ہے اور حیض سے پاک ہوتی ہے وہ انسان کی طرح ہنستی ہے اس کے خصیے بھی ہوتے ہیں اور چارپایوں کی طرح پیشاب کرتی ہے اس کے پر نہیں ہیں مگر بڑی تیزی کے ساتھ اڑتی اور مڑتی ہے اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے اس میں ہڈی نہیں ہوتی گوشت اور کھال ہوتی ہے اور تین سے سات تک بچے دیتی ہے عورت کی طرح اس کے پستان ہوتی ہیں، اڑتے اڑتے جفتی کر لیتے ہیں اور اپنے بچے کو اٹھا کر لیجاتی ہے اپنے پروں کے نیچے یا منہ میں دبا کر اڑ جاتی ہے۔ اس خالق اکبر نے کیا کیا پیدا کیا ہے کیسی کیسی مخلوق پیدا کی ہے انسان حیران ہے یہ سب اسی کا کام۔

شیرنی جب بچہ جنتی ہے تو گوشت کا ایک لوتھڑا ہوتا ہے، تین دن تک وہ اسی طرح پڑا رہتا ہے شیرنی اس کی حفاظت کرتی ہے اسے چیونٹی نہیں لگتی، تین دن کے بعد شیر آتا ہے اور اس لوتھڑے میں پھونک مارتا ہے اس کے پھونک مارنے سے شیر کے اعضاء بننے شروع ہوتے ہیں اور اس طرح کرنے سے وہ زندہ شیر کا بچہ بن کر کھڑا ہو جاتا ہے چلتا اور ماں کے ساتھ بھاگتا پھرتا ہے۔

اچھا کبھی ایک جانور ہے اسے خلد کہتے ہیں سنا ہے خدا نے سب جانوروں کو آنکھیں دی ہیں مگر یہ جانور مادر زاد بغیر آنکھوں کے پیدا ہوتا ہے اپنے آس پاس کی چیزیں سونگھ کر معلوم کرتا ہے نہ اس کے کان

ہیں نہ آنکھ وہ اپنی بل سے باہر آکر اپنا منہ کھول دیتا ہے اور خود بخود مکھیاں آکر اس کی خوراک بنتی جاتی ہیں اور خود بخود اس کے حلق میں اُتر جاتی ہیں۔

اچھا گفتار کو سوچا یہ ایک سال مذکر رہتا ہے ایک سال مؤنث بن جاتا ہے اور جب مؤنث ہو جاتا ہے تو اس کے بچے بھی پیدا ہوتے ہیں، یہ کوئی خود بخود باتیں ہیں، دوست وہ خالق جو چاہے پیدا کرے۔ اس کے سوا کوئی خالق نہیں۔

فصل

بعض توہم پرستوں سے یہ کہتے سنا ہے کہ اس عالم میں جیسی جیسی ضرورت پڑتی ہے خود بخود چیزیں وجود میں آتی جاتی ہے۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ یہ ضرورت کا قانون چل رہا ہے اور بس۔

مگر میں کہتا ہوں کہ یہ مان لو کہ ضرورت کا قانون موجود ہے مگر سوال یہ ہے کہ ضرورت کا قانون کیوں موجود ہے آخر یہ کیوں ضروری ہوا کہ جو کچھ وجود میں آئے وہ ضرورت کے موافق ہی ہو اور کیوں ضرورت اس کی مقتضی ہوئی کہ جو ضرورت ہو اس میں حسن و خوبی بھی ہو۔ اور ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ یہاں جمال و زیبائش بھی موجود ہے۔ قانون ضرورت کا نتیجہ یہ ہے کہ ضرورت زندگی اور بقاء کا سامان چاہتی ہے کہ ایسا سامان وجود میں آتا رہے کہ ہماری زندگی اور زندہ رہنے کے لئے کافی ہو بس ضرورت پوری ہو گئی اس زندہ رہنے کے لئے حسن و زیبائش کی کیا

ضرورت ہے معلوم ہوا کہ فطرت زندگی ہی نہیں بخشتی بلکہ مزید لطف و احسان کر کے اسے حسین و لطیف بنانا چاہتی ہے قرآن کہتا ہے یہ رحمت خداوندی ہے، اور جو کچھ ظہور میں آتا ہے وہ اس کی رحمت ہی ہے۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ
كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ (پ ۷)

"آسمان و زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے؟ اے پیغمبر کہدے وہ سب اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے ذمہ (اپنی مہربانی کر کے) ٹھیرا لیا ہے کہ رحمت ہو"

ایک جگہ ہے:

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (پ ۹)

"اور میری رحمت دنیا کی ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے"

ہم دیکھتے ہیں کہ فطرت کے تمام کاموں میں کامل نظم۔ مفید اور کار آمد ہونے کی خاصیت پائی جاتی ہے بحیثیت مجموعی اگر دیکھا جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کارخانۂ عالم اسی لئے پیدا ہوا ہے کہ ہمیں فائدہ پہنچائے اور ہماری حاجت روائیوں کا ذریعہ ہو۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ
جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ
(پ ۲۱)

"اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ

نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے (یعنی ایسا ان کو کر دیا ہے کہ تم جس طرح چاہو ان سے کام لو) بلاشبہ جو لوگ غور و فکر کرنے والے ہیں ان کے لئے اس میں بڑی نشانیاں ہیں"

ہم تو دیکھتے ہیں کہ کائنات ہستی میں جو کچھ بھی موجود ہے اس میں ہر چیز کوئی نہ کوئی خاصہ اور تاثیر اپنے اندر رکھتی ہے اور تمام خواص و اثرات اس طرح واقع ہوئے ہیں کہ ہر خاصہ اور تاثیر کوئی نہ کوئی ہماری ضرورت پوری کرتا ہے۔ سورج، چاند ستارے، ہوا، بارش، دریا، سمندر، پہاڑ، جڑی بوٹی سب کے خواص و فوائد ہیں اور یہ ہمارے لئے آسائشوں اور راحتوں کے سامان بہم پہنچا رہے ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۚ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۚ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۚ (پ ۱۳)

"اللہ ہی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعہ طرح طرح کے پھل تمہاری غذا کے لئے پیدا کئے اسی طرح کشتیاں سمندر میں تمہارے زیر فرمان

رہتی ہیں اور حکم الٰہی سے چلتی رہتی ہیں اسی طرح دریا بھی تمہارے لئے مسخر کئے (پھر اتنا ہی نہیں بلکہ) سورج اور چاند بھی تمہارے لئے مسخر کر دیئے کہ وہ ایک خاص ڈھنگ پر گردش میں ہیں اور رات دن کا اختلاف بھی (تمہارے فائدے کے لئے) مسخر ہیں، غرض کہ جو کچھ تمہیں مطلوب تھا وہ سب کچھ اس نے عطا کر دیا اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو ہرگز شمار نہ کر سکو گے بلاشبہ انسان بڑا ہی ناانصاف بڑا ہی ناشکرا ہے"

زمین کی سطح دیکھو پھلوں اور پھولوں سے لدی ہوئی ہے تہہ میں آبِ شیریں کی سوتیں بہہ رہی ہیں گہرائی سے چاندی سونا نکل رہا ہے۔ زمین اپنی جسامت میں خواہ مدوّر ہو مگر اس کا ہر حصہ ایسا واقع ہوا ہے گویا ایک مسطح فرش بچھا ہوا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا ۖ وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ۖ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ (پ ۱۳ ع ۱)

"وہی خدا ہے جس نے تمہارے سکونت کے لئے زمین کو پھیلا دیا اور اس میں پہاڑوں کو گاڑ دیا اور نہریں بہا دیں نیز ہر قسم کے پھلوں کی دو قسمیں پیدا کر دیں اور یہ اسی کی کارفرمائی ہے کہ رات دن یکے بعد دیگرے آتے رہتے ہیں اور رات کی تاریکی کو دن کی روشنی ڈھانپ لیتی ہے بلاشبہ ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرنے والے ہیں اس میں بڑی نشانیاں ہیں ۔ پھر زمین کو اس طرح بنایا کہ اس میں زمین کے قطعات بن گئے انگوروں کے باغ ، غلے کی کھیتیاں کھجوروں کے جھنڈ پیدا ہو گئے ان میں بعض درخت زیادہ ٹہنیوں والے ہیں بعض اکہرے اگرچہ سب کو ایک ہی پانی سے سینچا جاتا ہے لیکن پھل ایک طرح کے نہیں ہم نے بعض پھلوں کو بعض پھلوں پر مزے میں برتری دے دی ہے بلاشبہ اربابِ دانش کے لئے اس میں معرفت حق کی بہت نشانیاں ہیں "

اگر ایک انسان عالیشان محل میں بیٹھ کر یہ محسوس کرتا ہے کہ یہ کارخانۂ ہستی صرف اسی کی کاربرآریوں کے لئے ہے تو ٹھیک اسی طرح ایک چیونٹی اپنی بل میں یہ کہہ سکتی ہے کہ یہ ساری کارفرمائی صرف اس کے لئے ہے اور کون ہے جو اسے جھٹلائے ۔ کیا فی الحقیقت سورج اس لئے نہیں کہ اس کے لئے حرارت بہم پہنچائے کیا بارش اس لئے نہیں کہ اس کے لئے رطوبت مہیا کرے کیا ہوا اس لئے نہیں کہ اس کی ناک تک بو پہنچائے

کیا زمین اس لئے نہیں کہ ہر موسم اور ہر حالت کے مطابق اس کے لئے مقام و منزل بنے ۔ الغرض فطرت کا یہ نظام ایک ہی وقت ہر مخلوق کی نگہداشت کرتا ہے، حتیٰ کہ ہر وجود اپنی جگہ یہی محسوس کرتا ہے کہ یہ سارا کارخانۂ عالم میرے ہی لئے ہے۔

لہٰذا آپ غور کریں فطرت کی یہ تمام حسن افروزیاں اور جلوہ آرائیاں کیا ہیں کیا یہ قانون ضرورت کے لئے ہیں یا اس سے آگے مزید انعام ہے یہ کیوں ہے کہ فطرت یعنی خدا کا پیدا کرنا اس کی خلقت حسین ہے اور جو کچھ اس میں ہے اس میں جمال پایا جاتا ہے اگر ضرورت کا قانون تھا تو کیا یہ ممکن نہ تھا کہ یہ کارخانہ ہستی ہوتا اور یہ بوقلمونی نہ ہوتی اور ضرورت پوری ہو جاتی۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا تھا سب کچھ ہوتا لیکن سبزۂ و گل کی رعنائیاں، بلبل و قمری کی نغمہ سنجیاں نہ ہوتیں یقیناً دنیا بننے کے لئے اسی کی محتاج نہیں تھی کہ تتلی کے پروں میں عجیب و غریب نقش و نگار اور رنگ برنگ کے دلفریب پرندے شاخوں پر چہچہاتے ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ درخت ہوتے مگر ان کے قامت اور اور سبزی شاخوں کی ترتیب پتوں کی سبزی پھولوں کی رنگا رنگی نہ ہوتی پھر ایسا کیوں ہے کہ ہر حیوان اپنے گرد و پیش میں اپنی زندگی کے تمام ہم آہنگی رکھتا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ یہ سب خالق الکل کا احسان و انعام ہے۔

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۔ (پ)

پس کیا ہی بابرکت ذات ہے اللہ کی، بنانے والوں میں سب سے

زیادہ حسن و خوبی کے ساتھ بنانے والا ہے۔"

تمیز خار و گل سے آشکارا ؛ نسیمِ صبح کی روشن ضمیری
حفاظت پھول کی ممکن نہیں ہے ؛ اگر کانٹے میں ہو خوئے حریری

کبھی آپ نے غور کیا ایک سانپ جس کی دم چھوٹی سی ہوتی ہے وہ سردی کے چار ماہ میں مٹی کے اندر چھپ کر بیٹھ جاتا ہے اور اس کی آنکھیں نابینا ہو جاتی ہیں۔ اس کے لئے کیا ضرورت تھی زندگی کی، کہ اندھا سانپ زندہ رہے مگر زندگی بخشنے والا اسے الہام کرتا ہے وہ سانپ باہر آتا ہے اور سبزے میں یا باغ میں چلتا ہے اور ایک درخت ہے رازیانج اس تک پہنچ جاتا ہے اور اس سے اپنی آنکھیں رگڑتا ہے بعض دفعہ اس کی تلاش میں بیس بیس کوس چلنا پڑتا ہے اس سے آنکھ رگڑتے ہی بینا ہو جاتا ہے۔ بالآخر بتاؤ اس اندھے سانپ کو کس نے ہدایت دی ہے سینکڑوں بوٹیاں اُگی ہوئی ہیں۔

تو ہے میرے کمالات ہنر سے ؛ نہ ہو نومید اپنے نقش گر سے
میرے دربار کی ہر اک یہ شرط ؛ کہ تو نہا نہ ہو اپنی نظر سے

اگر ضرورت سامنے آتی ہے اور تم کہتے ہو کہ اسباب ضرورت خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں مگر میں پوچھتا ہوں کہ اس ضرورت کو پیدا کرنے والا اس کے اسباب کا مہیا کرنے والا کون ہے ؟ اور ضرورت کے ضروری ہونیکے لئے کافی ہے کہ اشیا کا کیف ما اتفق وجود ہوتا اور آپ کی ضرورت پوری ہو جایا کرتی۔

مگر تم ایک لمحہ کے لئے تصور کرو کہ دنیا موجود ہے مگر حسن و زیبائی کے تمام جلووں اور احساسات سے خالی ہے۔ آسمان ہے مگر یہ نگاہ پرور نیلگونی نہیں ہے، ستارے ہیں مگر ان کی درخشندگی اور جہاں تابی کی یہ جلوہ آرائی نہیں ہے، درخت ہیں مگر بغیر سبزی کے۔ پھول ہیں مگر بغیر رنگ و بو کے۔ الغرض اشیاء کا اعتدال، اجسام کا تناسب، صداؤں کا ترنم، روشنی و رنگت کی بوقلمونی ان میں سے کوئی چیز وجود نہیں رکھتی۔ غور کرو ضرورت کی ایک ایسی دنیا کے ساتھ، زندگی کا تصور کیسا بھیانک اور ہولناک ہوتا۔ جب حیات میں نہ حسن کا احساس نہ حسن کی جلوہ آرائی نہ نگاہ کے لئے سرور نہ سامعہ کے لئے حلاوت نہ جذبات کی رقت نہ محسوسات کی لطافت تو یقیناً وہ عذاب اور جانکاہی کی ناقابل برداشت حالت ہو جاتی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں جس خدا نے ہم کو زندگی بخشی اسی نے ہر چیز میں حسن و زیبائی بھی عطا کی۔ یہی کچھ ہے جو ہم کو اس خدائے قدوس کی رحمت کا یقین دلاتی ہے اگر اس پردۂ ہستی کے پیچھے محض خالقیت ہوتی اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً کائناتِ ہستی میں یہ فضل و احسان کا مظاہرہ بھی نہ ہوتا۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ۔ (۲۱)

"کیا تم نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے
اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب خدا نے تمہارے لئے مسخر کر دیا
ہے اور اپنی تمام نعمتیں ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی
پوری کر دی ہیں انسانوں میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کے بارے
میں جھگڑتے ہیں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن
کتاب کے"

تم یہ خیال کرتے ہو کہ زندگی کی سب سے بڑی نعمت چاندی سونے کے ڈھیر اور جاہ وحشم کی نمائش ہے لیکن تم یہ بھول جاتے ہو کہ زندگی حقیقی مسرتوں کا سامان خدا نے ہر مخلوق کے لئے پیدا کر رکھا ہے۔ جس دنیا میں ہر روز سورج چمکتا ہو جس کی صبح مسکراتی آتی ہو اور شام پردۂ شب میں چھپ جاتی ہو جس کی راتیں آسمانی قندیلوں سے مزین جس کی چاندنی جہاں تاب۔ جس کی خوشبو میں عطر بیزی کیا اس دنیا کا کوئی باشندہ ان آسائش حیات سے محروم اور نعمت معیشت سے مفلس ہو سکتا ہے؟ کیا کسی آنکھ کے لئے جو دیکھتی ہو اور کسی دماغ کے لئے جو محسوس کرتا ہو ایسی دنیا میں نامرادی کا گلہ جائز ہے؟ قرآن جا بجا اسی کفران نعمت پر توجہ دلاتا ہے

وَاٰتٰکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْہُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا
نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ
کَفَّارٌ۔
(پ ۱۳)

اور اس نے تمہیں وہ تمام چیزیں دیدیں جو تمہیں مطلوب تھیں

اور دگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنی چاہو تو وہ اتنی ہیں کہ کبھی شمار نہ کر سکو گے۔ بلاشبہ انسان بڑا ہی ناانصاف بڑا ہی ناشکرا ہے۔

ز ابر آورد قطرہ سوئے یم
ز صلب آوردہ نطفہ در شکم
ازاں قطرہ لؤلؤ و لالا کند
وزیں صورتے سرو بالا کند
دہد نطفہ را صورتے چوں پری
کہ کرداست بر آب صورت گری

تم ذرا غور کرو یہ جوہر ادراک کیا چیز ہے۔ یہ اندھے گونگے مادے میں کہاں سے آیا۔ یہ مادے سے ماوراء جوہر کس طرح ظہور میں آگیا۔ کیا تم انکار کر سکتے ہو آیا یہ کیڑے مکوڑے احساس و ادراک نہیں رکھتے کیا انسان کے دماغ میں عقل و تفکر کا چراغ روشن نہیں ہے یہ قوت ادراک اور قوت عقل کیوں کر پیدا ہوئی یہ مادی اجزا کے امتزاج سے کس طرح ظہور میں آگئی۔ چیونٹی کو دیکھو اس کا دماغ سوئی کے نوک سے کچھ شاید زائد ہو مگر مادے کے اس حقیر ترین عصبی ذرہ میں احساس و ادراک، محنت و استقلال، ترتیب و تناسب، نظم و ضبط، صنعت و اختراع کی ساری قوتیں مخفی ہوتی ہیں۔ شہد کی مکھی کی تو تعمیر و تحسین سازیاں آپ کے سامنے

ہیں آخر فیصلہ تو کرو کہ یہ ایسی منتظم قوت کس نے پیدا کی ہے۔ قرآن یہی کہتا ہے کہ یہ اس خداوند قدوس کی رحمت کا مقتضائے جمال ہے اور ضروری تھا کہ وہ اس دنیا کو اس جمال کے ساتھ آراستہ کرے آپ ہی آپ یہ چیز کہیں ہو سکتی ہے؟

ذٰلِكَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ ثُمَّ سَوَّاهُ ثُمَّ نَفَخَ مِن رُّوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ۔ (پ ۲۱)

"وہ ہے جو غیب و شہادت کا جاننے والا ہے عزیز ہے رحیم ہے اس نے جو چیز بھی بنائی حسن و خوبی کے ساتھ بنائی۔ (اس میں سے یہ ہے) کہ انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی پھر اس کے توالد و تناسل کا سلسلہ پانی کا ایک حقیر سا قطرہ ہوتا ہے (منی) قائم کر دیا پھر اس کی قوتوں کی درستگی کی پھر اس میں اپنی رُوح پھونک دی اس طرح اس میں سننے دیکھنے اور فکر کرنے کی قوتیں پیدا کر دیں (پر افسوس انسان کی غفلت پر) بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی (اس رحمت کا) شکر گزار ہو"۔

تم تو غور ہی نہیں کرتے بالآخر وہ کونسی قوت ہے جو نفع دینے والی چیز کو اوپر لاتی ہے اور غیر نافع چیز کو ہٹا دیتی ہے۔ تم کٹھالی میں ڈال کر سونے کو آگ پر رکھتے ہو کھوٹ جل جاتا ہے اور سونا باقی رہ جاتا ہے۔ پانی پر خس و خاشاک مل جاتا ہے مگر پانی جو نافع ہے باقی رہتا ہے اور خس و خاشاک ختم کر دیا جاتا ہے اس لئے کہ اس میں نفع نہیں ہے۔ یہ کس کی رحمت ہے؟

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۭ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاۗءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ڛ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاۗءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۭ (پ ۱۳)

"خدا نے آسمان سے پانی برسایا تو ندی نالوں میں جس قدر سمایا ان میں بہ نکلا اور جس قدر کوڑا کر کٹ جھاگ بن کر اوپر آگیا تھا اسے سیلاب اٹھا کر بہا لے گیا اسی طرح جب زیور یا اور کسی طرح کا سامان بنانے کے لئے (دھات) آگ میں تپاتے ہو تو اس میں بھی جھاگ اٹھتا ہے اور میل کچیل کٹ کر نکل جاتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثال بیان کرتا ہے۔ جھاگ رائیگاں جائے گا (کیونکہ اس میں

نفع نہیں ، جس میں انسان کا نفع ہے وہ زمین میں باقی رہ جائے گا "

سنو ایک جزیرہ جس کو وطابیل کہتے ہیں ، ابن الفقیہ نے کہا ہے کہ اس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جن کی شکل ڈھال کی طرح چوڑی ہے، اور گھوڑے کی گردن کے سے بال ہیں وہاں ایک پہاڑ ہے جس سے رات کے وقت دف اور طبل کی آوازیں آتی ہیں اور اوپری چیخ و پکار سنائی دیتی ہے، اس جزیرے میں لونگ فروخت ہوتی ہے وہ اس طرح کہ تجار یہاں اترتے ہیں اور اپنا سرمایہ ایک جگہ رکھ کر اپنی کشتی میں آجاتے اور وہیں رات گزارتے ہیں صبح اپنے سرماتے کے پاس قرنفل رکھی پاتے ہیں اگر تاجر سودے پر راضی ہے لونگ لیکر آجاتا ہے ۔ اگر کہیں لونگ اور اپنا سرمایہ دونوں لیکر آجائے تو کشتی وہاں سے نہیں ملتی کتنی ہی کوشش کرے یہاں تک ایک چیز وہاں جاکر رکھے ان لونگوں کی خاصیت یہ ہے کہ آدمی کھاکر بڑھاپے کے آثار اور سفید بالوں کے آنے سے محفوظ ہو جاتا ہے ۔ وہاں ایک درخت ہے اسے یہ لوگ لوف کہتے ہیں اس کا پھل کھاتے اور اس کے پتے کا لباس پہنتے ہیں اور سرطان سمندر سے پکڑ کر کھاتے ہیں یہ سرطان ایسا ہے کہ اگر خشکی پر آجائے تو خود بخود سخت پتھر بن جاتا ہے ـــــ اچھا ہے کوئی ان کا متصرف یا نہیں ؟

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ٥ (پ ۱۱)

"پس یہی تمہارا رب اللہ ہے پس حق آنے کے بعد سوائے گمراہی
کے اور کیا باقی رہا سو تم کہاں پھیرے جاتے ہو۔"

فصل ۸

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کارخانہ حیات آپ ہی آپ خود بخود موجود ہو نا مانا جائے۔ کوئی ایک چیز ہو تو بات بھی تھی یہاں تو جس طرف نظر ڈالو قدرت کا نظارہ سامنے آجاتا ہے کبھی غور کیا۔ یہ خلقت سامنے ہے مگر اس خلقت کے مناظر کا اختلاف و تنوع کس کی تقسیم ہے۔ انسان کی طبیعت کا خاصہ یہ کس نے قائم کیا کہ اس کی طبیعت یکسانیت سے اکتاتی ہے۔ تبدیلی و تنوع میں خوشگواری محسوس کرتی ہے سو اگر کائنات ہستی میں یکسانی اور یکرنگی ہوتی تو یہ خوشگواری پیدا نہیں ہو سکتی جو اس کے ہر گوشہ میں نظر آرہی ہے اوقات کا اختلاف۔ موسم کا اختلاف۔ خشکی و تری کا اختلاف۔ سرد و گرم کا اختلاف۔ سو یہ اختلاف جہاں بہت سی مصلحتیں رکھتا ہے وہاں ایک مصلحت دنیا کی زیب و زینت بھی ہے۔

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوق اس جہاں میں ہے زیب اختلاف سے

اس سلسلے میں قرآن رات و دن کے اختلاف کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ان کے اختلاف میں حکمت الٰہی کی نشانیاں پوشیدہ ہیں۔

اس کے آنے جانے میں دل کی تسکین اور دلبستگی ہے اگر وقت ہمیشہ ایک ساں ہی ہوتا تو دنیا میں زندہ رہنا ہی دشوار تھا۔ پھر معیشت کو کس طرح دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے دن کی روشنی میں جد وجہد کی سرگرمی پیدا کر دی رات کی تاریکی میں راحت و سکون کا بستر بچھا دیا۔ دن کی محنت کے بعد رات کا سکون میسّر آتا ہے جس سے نئے دن کی سرگرمی میں از سرِ نو ہمت آجاتی ہے آخر حکمت موجود ہے مگر حکمت والا نہیں ہے؟

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ط

(پ)

"اور دیکھو یہ اس کی رحمت کی کارسازی ہے کہ تمہارے لئے رات اور دن الگ الگ ٹھیرا دیئے گئے تاکہ رات کیوقت راحت پاؤ اور دن میں اس کا فضل (رزق) تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو"

اور خود انسان اپنے ہی تنوع پر نظر ڈالے۔ تمام حیوانات کو دیکھے طرح طرح کے اختلافات۔ تنوع اور دلپذیری پاتے گا۔ یہ کیا کسی بہرے گونگے مادے اور الیکٹرون کا کرشمہ ہے کہ جس میں خود کوئی ارادہ اور قوت نہیں۔ کیا یہ کسی علیم و قدیر کی پیدائشِ مایشاءٗ کی تفسیر نہیں ہے۔

انسان موجود ہے مگر اس اشرف المخلوقات میں کیا کیا ودیعتیں جمع کی گئی ہیں کہ عقل حیران ہے یہ ڈھانچہ رُوح و بدن سے مرکب ہے۔ پس انسان ہوتا مگر صاحب کیسا حسین و جمیل بنایا ہوا ہے پھر اس کے اندر عقل۔ نطق۔ سماعت۔ بصارت رکھی۔ دماغ کیسا بنایا یہ تو ضرور کسی نے بنایا ہے اس دماغ میں قوتِ فکر اور قوت تذکر اور قوت حافظہ رکھی۔ غذا کھاتا ہے۔ منی والا ہے۔ اشیاء کی حقیقتوں کو پہنچ جاتا ہے تمام قسم کی صفات اس کے اندر رکھیں کیا یہ خودبخود آگئیں۔ پھر انسان سے یہ چیزیں نکل جائیں تو خود بنا کیوں نہیں لیتا۔ آخر انسان میں درندے والا غضب کس نے ودلیعت رکھا۔ کاتے کی طرح طعام خور۔ شر میں خنزیر کی مانند۔ گھبراہٹ میں گتے جیسا اونٹ کا سا کینہ پرور۔ چیتے کی طرح اکیلا رہنے والا، لومڑی کی سی فریبیاں۔ یعنی یہ چیزیں موجود ہیں۔ ان کا وجود تو تسلیم مگر وجود دینے والے کا انکار یہ کیا بوالعجبی ہے۔

فصل ۹

پھر انسان اور اس کی فطرت اور گرد وپیش کا تنوع یعنی نوع بہ نوع اور قسم قسم کا ہونا کیا از خود ہو سکتا ہے جب تک کوئی صانع اس میں صنعت گری نہ کرے اور انسان ہی کیا حیوانات کو آپ دیکھ لیں قدرت خداوندی نے کس طرح ان میں اختلافات کر کے ان میں

دلپذیری رکھی ہے کیا ان کو دیکھکر خدا کی قدرت یاد نہیں آتی ۔

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ

(پ ۲۲)

"اور انسان ۔ جانور ۔ چوپائے طرح طرح کی رنگتوں کے"

گائے دیکھو کالی بھی ۔ سفید بھی اور سرخ بھی اور دورنگی پائی جاتی ہے ۔ یہ کس نے رنگ بھرا ہے ؟

اچھا نباتات کو دیکھو مختلف ڈیل ڈول ۔ مختلف رنگتیں مختلف خوشبوئیں ۔ ان کے مختلف خواص پھر دانہ اور پھل کھاؤ تو مختلف طرح کے ذائقے ۔ ذرا دیکھو ۔ سوچو ۔ ہمیشہ ایسا کیوں ہوتا ہے ؟

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَمْ أَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ط

(پ ۱۹)

"کیا ان لوگوں نے کبھی زمین پر نظر نہیں ڈالی اور غور نہیں کیا کہ ہم نے نباتات کی ہر بہتر دو قسموں میں سے کتنے بے شمار درخت پیدا کئے"

وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ط

(پ ۱۴)

"اور جو اللہ نے تمہارے لئے زمین میں مختلف رنگتوں کی پیداوار پھیلا دی ہے سو اس میں بھی نصیحت لینے والوں کے لئے بڑی نشانی ہے"

وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَیْرَ
مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُکُلُہٗ (پ۸)

"وُہ (علیم و قدیر) جس نے (طرح طرح کے) باغ پیدا کئے ٹٹیوں پر چڑھائے اور ٹٹیوں پر بغیر چڑھائے اور کھجور کے درخت اور کھیتیاں جن کے دانے اور پھل کھانے میں مختلف ذائقہ رکھتے ہیں"

اور جمادات میں بھی یہ قانون اسی قادر مطلق کا جاری ہے۔

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُہَا
وَغَرَابِیْبُ سُوْدٌ (پ۲۲)

"اور پہاڑوں کو دیکھو گوناگوں رنگتوں کے ہیں کچھ سفید کچھ سرخ کچھ کالے کلوٹے"

پھر تم دیکھتے جاؤ کہ ایک قانون قدرت زوجین کا جاری ہے کہ ہر چیز کے دو دو ہونے یا متقابل و متماثل ہونے کا قانون موجود ہے کوئی چیز اکہری نظر نہ آئے گی۔ رات کے لئے دن۔ صبح کے لئے شام نر کے لئے مادہ۔ مرد کے لئے عورت۔ زندگی کے لئے موت اور جب دنیا میں ہر ہر چیز اپنا کوئی نہ کوئی مقابل رکھتی ہے تو دنیا کی زندگی کے لئے ضروری ہوا کہ ایک حیات اس کے متقابل ہو وہ ہی عالم آخرت ہے

وَمِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ
(پ۲۷)

"اور ہر چیز میں ہم نے جوڑے پیدا کر دئیے شاید تم نصیحت حاصل کرو"

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ وَمِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَمِمَّا لَا يَعۡلَمُوۡنَ (پ ۲۳)

"پاکی اور بزرگی ہے اس ذات کے لئے جس نے زمین کی پیداوار میں اور انسان میں اور ان تمام مخلوقات میں جن کا انسان کو علم نہیں دو دو اور مقابل چیز پیدا کی ہیں"

اے بنی نوع انسانی ذرا غور کرو اور قدرت والے کا اقرار کرو کہ کس طرح اس نے دو مختلف جنسوں یعنی مرد و عورت میں تقسیم کیا پھر ان کے اندر فعل و انفعال۔ جذب و انجذاب کے وجدانی احساسات ودیعت کر دئیے کہ ایک جنس دوسری جنس سے قدرتی طلب رکھتی ہے اور ان کے دونوں کے ملنے سے ازدواجی زندگی پیدا ہوتی ہے۔

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ جَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا وَّمِنَ الۡاَنۡعَامِ اَزۡوَاجًا (پ ۲۵)

"وہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنا دئیے اسی طرح چوپایوں میں بھی جوڑے پیدا کئے"

وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا

لِتَسْكُنُوْا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَّرَحْمَةً
إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (پ ۲۱)

"اور دیکھو اس کی رحمت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم کو سکون ملے پھر اس کی یہ کار فرمائی دیکھو کہ تمہارے درمیان مودّت و رحمت کا جذبہ پیدا کر دیا بلاشبہ ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرنے والے ہیں حکمت الٰہی کی بڑی نشانیاں ہیں۔"

پھر دیکھتے جاؤ کہ ایک وجود کی فردیت کتنے وسیع قبائل میں پھیل جاتی ہے رشتوں اور قرابتوں کا حلقہ بنتا جاتا ہے ایک داماد ہے ایک خسر ہے ان کا حلقہ مربوط ہوتا جاتا ہے، اور مربوط نظام ہے تو کیا ناظم نہیں ہے؟

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ
نَسَبًا وَّصِهْرًا۔ (پ ۱۹)

"اور وہی حکیم و قدیر ہے جس نے پانی (یعنی نطفہ) سے انسان کو پیدا کیا پھر اسے نسب و رشتہ رکھنے والا بنا دیا۔"

دوسری طرف پوتوں اور نواسوں کا سلسلہ لگا دیا کہ یہ جب تک منظور ہے دنیا چلتی رہے وہ آخر کون بنانے والا ہے؟

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَّجَعَلَ

لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً (پ ۱۴)

" اور یہ اللہ ہی ہے جس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارا جوڑا بنایا پھر تمہاری باہمی ازدواج سے بیٹوں اور پوتوں کا سلسلہ قائم کیا "۔

آپ مان جائیں خدا ہے اور اس ہی نے یہ تمام نظام چلایا ہوا ہے یعنی جس چیز کو اٹھا یا دیکھو ایک نظام میں منتظم ہے۔ نظم بغیر ناظم کے پایا جا سکتا ہے ؟

دیکھو ہر زندگی کے لئے طفولیت۔ شباب۔ جوانی۔ کہولت اور بڑھاپے کی مختلف منزلوں سے کون گزارتا ہے ہر منزل اپنے نئے نئے احساسات نئی نئی مشغولیتیں اور نئی نئی کاوشیں رکھتی ہے ایک منزل کی کیفیتوں سے جی نہیں بھرا کہ کوئی دوسری منزل سامنے کر دیتا ہے اس طرح عرصۂ حیات کی طوالت محسوس نہیں ہوتی۔ آخر ایسا کرنے والا کون ہے ؟

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (پ ۲۴)

" وہ پروردگار جس نے تمہارا وجود مٹی سے پیدا کیا پھر

نطفہ سے پھر بند ھے خون سے پھر تم اپنی ماں کے پیٹ سے طفولیت
لئے ہوئے نکلتے ہو پھر بڑے ہو کر سن رُشد کو پہنچتے ہو اس کے
بعد تمہارا جینا اس لئے ہوتا ہے تاکہ بڑھاپے کی منزل کو پہنچو پھر
تم میں سے کوئی تو اس منزل سے پہلے ہی مرجاتا ہے کوئی چھوڑ
دیا جاتا ہے تاکہ اپنے مقررہ وقت تک زندگی بسر کرے اور
تاکہ تم عقل سے کام لو۔"

اچھا وہ جذبات بتائیں اور وہ خواہشات گنوائیں جو کسی نے اس انسان میں ودیعت رکھ دی ہیں۔ جذبات خواہشات، زینت و تفاخر کے ولولے، مال و متاع کی محبت، آل و اولاد کی دلبستگیاں، زندگی کی دلچسپی اور انہماک کے لئے پیدا کر دی گئیں ہیں۔

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ط

"انسان کے لئے مرد و زن کے تعلقات میں، اولاد میں چاندی سونے کے اندوختوں میں، چُنے ہوئے گھوڑوں میں، مویشیوں میں اور کھیتی باڑی میں دلبستگی پیدا کر دی گئی ہے اور یہ جو کچھ بھی ہے دنیوی زندگی کی پونجی ہے بہتر ٹھکانا تو اللہ ہی کے پاس ہے۔"

اس کائنات ہستی کی ہر شئے میں ایک مقررہ نظام ہے جو قدرتی طور پر انسان کو یقین دلاتا ہے کہ ایک رحمت رکھنے والی ہستی کی کارفرمائی کام کر رہی ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ فضل و رحمت کی یہ پوری کائنات موجود ہو اور فضل و رحمت کرنے والا موجود نہ ہو۔ ہر شئے سے افادہ فیضان مقصود ہو اس میں جمال ہے زینت ہے اعتدال و تسویہ ہے پھر کس طرح اسے نظر انداز کیا جاسکتا ہے کہ اس کا کرنے والا کوئی ہے ہی نہیں۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ
اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ
النَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ
النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا
بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ
وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ
وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ؕ (پ ۲)

"اور دیکھو تمہارا وہی ایک معبود ہے کوئی معبود نہیں مگر صرف اس کی ذات رحمت والی اور رحمت کی بخشش سے ہمیشہ فیضیاب کرنے والی بلاشبہ آسمانوں زمین کی پیدا کرنے میں اور کشتی میں جو انسان کی کاربراری کے لئے سمندر میں چلتی ہے اور بارش میں جسے اللہ آسمان سے برساتا ہے اور زمین مرے پیچھے زندہ ہو جاتی ہے اور اس بات میں کہ زمین میں ہر قسم کے جانور

پھیلا دیتے ہیں نیز ہواؤں کے مختلف ہیر پھیر میں اور بادلوں میں جو زمین و آسمان کے درمیان بندھے رکے ہوتے ہیں عقل رکھنے والوں کے لئے (اللہ کی ہستی کے وجود کی) بڑی ہی نشانیاں ہیں"۔

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ط وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ط تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ط (پ ۲۶)

"کہ کبھی ان لوگوں نے آسمانوں کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا کہ کس طرح ہم نے اسے بنایا اور کس طرح اس کے منظر میں خوشنمائی پیدا کر دی ہے اور پھر یہ کہ کہیں بھی اس میں شگاف نہیں اور اس طرح زمین کو دیکھو کس طرح ہم نے اسے فرش کی طرح پھیلا دیا ہے اور پہاڑوں کو اس پر جما دیا ہے پھر کس طرح قسم قسم کی نباتات اگائیں پھر اس بندے کے لئے جو حق کی طرف رجوع کرنے والا ہے ان میں غور کرنے کی بات اور روشنی ہے"۔

※

※ ※ ※

فصل نمبر۱

آپ لفظ ٹھیک کو سمجھتے ہیں ؟ کسی چیز کو بالکل ٹھیک پیدا کرنا۔ سمجھیے۔ یعنی جو چیز ہو اس کی بات کے اور اس کے مناسب خوبی لئے ہوئے ہو۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ کوئی خالق نہیں یہ جہاں خود بخود بنا اور بن رہا ہے تو کسی چیز کے بننے کے لئے صرف اس کا بن جانا کافی تھا۔ جس طرح چاہے بن جائے مگر یہاں تو ہر چیز بنے اور نہایت ٹھیک بنے اور مناسبت لئے ہوئے بنے جیسے کوئی ٹھیک ٹھیک بنانے والا بناتا ہے یہ ٹھیک بنانا خالق کے وجود کی دلیل ہے۔ ہر چیز کی حد۔ اس کا ایک اندازہ۔ اس کی ہدایت و رہنمائی کے اسباب اور اس طرح ٹھیک ٹھیک اسے پیدا کیا کہ اس کے خلاف ہوتا تو اس کا زندہ رہنا محال ہو جاتا یہ ٹھیک ٹھیک بنانے والا کون ہے ؟

اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَھَدٰی (پ۳۰)

"یہ وہی (خالق کائنات ہے) جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر ٹھیک ٹھیک خوبی اور مناسبت کے ساتھ آراستہ کیا اور وہ جس نے ہر وجود کے لئے ایک اندازہ ٹھہرایا پھر (زندگی و معیشت کی اس پر) راہ کھول دی۔"

اَلَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ط (پ۳۰)

"وہ پروردگار جس نے تم کو پیدا کیا پھر ٹھیک درست کر دیا پھر تمہارے اندر ظاہری باطنی تناسب ملحوظ رکھا پھر جیسی صورت بنانی چاہی اس کے مطابق ترکیب دیدی۔"

اس خالق الکل کی پیدا کرنے اور پروردگاری میں ذرا نقص وخلل۔ بے ڈھنگا پن۔ نیچ اونچ اور ناہمواری کا نشان نہیں ہے ہر چیز میں استواری ہے اس کو اتقان کہتے ہیں یہ کس کی صفت ہے؟

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ - (پ)

"یہ اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز درستگی و استواری کے ساتھ بنائی۔"

مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ (پ ۲۹)

"تم رحمٰن کی بناوٹ میں کبھی تفاوت اور فرق نہ پاؤ گے اس نمائش گاہِ عالم پر نظر اٹھا کر دیکھو ایک بار نہیں بار بار دیکھتے رہو کیا تم کو کوئی دراڑ دکھائی دیتی ہے۔"

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۔ (پ ۲۹)

"پس وہ تمہارا پروردگار ہی ہے جو حق ہے۔"

یہاں حق کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذات قائم اور باقی رہنے والی ہے

اس مخلوق کی بناوٹ میں غور کیا جائے تو یہ اس بات کی

بولتی تصویر ہے کہ اس کے وجود و بقائے کے لئے ایک ذات مطلق کی ربوبیت اس کی رحمت اور عدالت کارفرما ہے۔

عدالت کیا ہے؟ عدل کے معنی ہیں برابر ہونا نہ کم ہو نہ زیادہ۔ ترازو کی برابر تول یعنی ایک جُز کا دوسرے جُز سے کمیت اور کیفیت میں مناسب و موازن ہونا عدالت ہے۔

اب غور کرو وجود کیا ہے، عناصر کی ترکیب کا عدل و اعتدال اگر اس اعتدال میں فرق ہو جائے تو وجود کالعدم ہو جائے۔ جسم کیا ہے؟ جسمانی مواد کی ایک اعتدالی حالت، اگر اس اعتدالی حالت میں فتور ہو جائے تو جسم کی ہیئت ترکیبی بگڑ جاتے۔ صحت و تندرستی کیا ہے اخلاط کا اعتدال و عدل۔ اعتدال سے ہٹنا اور صحت سے انحراف ہٹوا۔ حسن و جمال کیا ہے، تناسب و اعتدال کی ایک خاص کیفیت اگر انسان میں یہ ہے تو خوبصورت انسان ہے۔ نباتات میں پھول ہے عمارات میں تاج محل، اسی طرح نغمہ میں ایک سُر بھی بے میل ہو تو وہ ساری کیفیت جاتی رہتی ہے۔

گویا کارخانۂ ہستی کا نظام عدل و توازن پر قائم ہے اگر ایک لمحہ یہ حقیقت غیر موجود ہو جائے نظام عالم درہم برہم ہو جاتے۔ یہ کیا بات ہے کہ نظام شمسی کا ہر کرہ اپنی اپنی جگہ معلق ہے اپنے اپنے دائروں میں حرکت کرتا ہے اور ایسا نہیں ہوتا کہ ذرا بھی اس سے میلان و انحراف ہو۔ یہی قانون عدالتِ خداوندی ہے جس نے ہر چیز کو ایک نظم و نسق میں جکڑ

بند کر رکھا ہے۔ تمام کرّے جذب و انجذاب کی قوت رکھتے ہیں ان کے مجموعی جذب و انجذاب سے ایسی حالت پیدا ہو گئی ہے کہ ہر کرہ اپنی جگہ معلق ہے اگر کوئی کرہ اس قانونِ عدالت سے باہر ہو جائے تو تمام کروں سے ٹکرا جائے اور نظام شمسی درہم برہم ہو جائے۔ یہی وہ میزان ہے جسے قرآن نے کہا ہے۔

وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۝ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۝ (پ ۲۷)

"اور اس نے آسمان کو بلند کیا اور اس کے نظام کے لئے (قانون عدالت یعنی) میزان رکھا"

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (پ ۱۴)

"اس نے آسمان کو پیدا کر دیا اور تم دیکھ رہے ہو کہ اسے کوئی ستون تھامے ہوئے نہیں ہے"

قرآن کریم کس طرح سادگی سے ہر بات کو ذہن نشین کراتا جاتا ہے۔ قرآن نے حقیقت و مجاز یا خاص و عام کا کوئی امتیاز باقی نہیں رکھا۔ اس نے سب کو خدا پرستی کی ایک ہی راہ دکھلائی اور سب کے لئے صفات الٰہی کا ایک ہی تصور پیش کر دیا وہ حکماء و عرفاء سے لیکر جہّال و عوام تک سب کو ایک ہی حقیقت کا جلوہ دکھاتا ہے اور سب پر اعتقاد و ایمان کا ایک ہی دروازہ کھولتا ہے اس کا تصور جس طرح ایک عارف و حکیم کے لئے سرمایۂ تفکر ہے اسی طرح ایک چرواہے اور

دھقان کے لئے سرمایہ تسکین ہے۔

قرآن نے تصورِ الٰہی کی بنیاد انسان کے عالمگیر وجدانی احساس پر رکھی ہے انسان کا یہ عالمگیر وجدانی احساس کیا ہے؟ یہ ہے کہ یہ کائنات ہستی خود بخود پیدا نہیں ہو گئی ہے اس لئے ضروری ہے کہ کوئی صانع ہستی موجود ہو۔

افسوس ہے کہ قرآن میں سب کچھ موجود ہے مگر غور کرنے والے نہ رہے اسے پسِ پشت ڈال دیا ہے خدا پرستی کی اس سے بڑھ کر کون سی کتاب ہو سکتی ہے۔ احسان دانش نے کہا ہے۔

یہ کیسا تغیر ہے یہ کیا رنگ فضا ہے
جو شخص مسلمان ہے گرفتارِ بلا ہے
تقدیس کا افلاس ہے شبروں سے نمایاں
ہاتھوں پہ عقائد کا سسکتا سا دیا ہے
ساحل بھی ہے خاموش تلاطم بھی ہے گم سُم
جو موج ہے دریا کی وہ زنجیر بپا ہے
اللہ انہیں فکر و بصارت بھی عطا کر
جنّنی کے دھوئیں کو جو سمجھتے ہیں گھٹا ہے
اس زہر کو تریاق بنا دے میرے مولا
جس زہر سے مسموم زمانے کی فضا ہے

⁂ ⁂

فصل ۱۱

میں یہ سوچ رہا ہوں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دس پندرہ چیزیں مثلاً دھنیا، مرچ، نمک، پانی۔ دس بارہ مختلف ترکاریاں، گوشت، قیمہ، ٹماٹر، ہرا دھنیا۔ گرم مصالحہ کی چار پانچ چیزیں پیاز، ادرک لہسن الغرض یہ سب چیزیں خود بخود بن گئیں پھر خود بخود ایک دیگچی میں آ کر جمع ہو گئیں اور خود بخود آگ جلی خود بخود ہانڈی پکی جب بالکل پک کر تیار ہو گئی تو خود بخود اپنے آپ بلا کسی کے کہے سب الگ الگ ہو کر مختلف پلیٹوں میں چلی گئیں ایک پلیٹ میں پانی چھلک رہا ہے ایک میں ہلدی رکھی ہے ایک میں دھنیا رکھا ہے اور وہ بہت سے کام انجام دے رہے ہیں۔ یہ گتھی سلجھانے کے لئے بیٹھا ہوں کہ مادہ خود بخود ایک خاص مقدار میں الیکٹرون ہو گیا پھر وہ اڑ کر کوئی دریا بن گیا کوئی خود بخود زمین بن گیا کوئی پہاڑ۔ یہ سب کام ایک مادے میں تھے مگر آپ ہی آپ جہان یہ وجود میں آ گیا اور رنگ رنگ کے کام چل رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ عقل کی بات ہے مگر دائرہ عقل سے باہر ہے۔ چلو ایک الیکٹرون ہوا بننا تھا وہ ہوا بن گیا۔ مگر کسی نے اسے بنایا نہیں۔ بغیر بنائے ہوا بن گئی۔ مگر میرے عزیز یہ تو سوچا ہوتا کہ اس ہوا میں آواز بھی ہوتی ہے یہ کہاں سے آئی۔ اس ہوا میں یہ تاثیر کس نے پیدا کی کہ درخت کو ثمر دار کر دے کھیتی کو نمی

دے اور یہی ہوا کھیتی کو سکھا دے اور حیوانات کی طبائع پر اثر ڈالے کبھی یہی ہوا بدن کو ڈھیلا کر دیتی ہے اور یہی ہوا سخت کر دیتی ہے قوی کو صحت دیتی ہے اور ہوا ہی سے بیماری پھیل جاتی ہے۔ چہرے بشرے کو صاف کرتی ہے۔ اس کو مذکی کرتی ہے شہوت کو اٹھاتی ہے اور اس کے علاوہ کام کرتی ہے بھاری کشتیاں لے جاتی ہے ذرا سی دیر میں مدت طویلہ طے کر لیتی ہے اور سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بادلوں کو کھینچ کھینچ کر لے جاتی ہے پھر جہاں جہاں جتنی ضرورت ہوتی ہے زمین اور ذی حیوان و غیر جاندار اشیاء کو سیراب کرتی ہے، جہاں ضرورت ہوتی ہے برساتی ہے۔ آخر یہ سب حکمت کی باتیں کس نے اس میں رکھی ہیں اور کس نے یہ خواص پیدا کئے ہیں قرآن کہتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ط حَتّٰىٓ اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ط (پ ۲۲)

"وہ اللہ کی ذات ہے جو بارش سے پہلے بشارت والی ہوائیں بھیجتا ہے حتیٰ کہ جب وہ بھاری بادل کو اٹھاتی ہیں تو ہم مردہ شہروں کو سیراب کرتے ہیں اور ان بادلوں سے پانی برساتے ہیں پس اس کے ذریعہ قسم قسم کے پھل پیدا کرتے ہیں۔"

اچھا یہ کیا بات ہے کہ بحر فارس میں ایک جزیرہ ہے اس کا نام دردور ہے وہاں پہنچتے ہی کشتی اپنی جگہ جم جاتی ہے لاکھ چلاؤ وہ چل کر نہیں دیتی بس کھڑی ہو جاتی ہے۔ حالانکہ سارا سمندر اور پانی ملا جلا ہے۔ یہ کس نے ایسا کیا ہے۔ خود بخود اور دوسری جگہ کیوں نہیں ہوتا۔

جزیرۂ اطوران میں ایک مچھلی ہرن کی شکل کی ہوتی ہے اس کے پیٹ سے مُشک بھی نکلتی ہے مگر جب تک اس جگہ رہتی ہے مُشک خوشبو نہیں دیتی دوسرے ملک میں جا کر مہکتی ہے۔ یہ کیا بات ہے۔

ایک مچھلی ایسی ہوتی ہے جسے سیلان کہتے ہیں ہانڈی میں پکاؤ اگر ہانڈی ڈھک دو تو پک جاتی ہے اگر ہانڈی کا ڈھکن کھول کر پکاؤ تو جس وقت آگ جلے گی وہ مچھلی نکل کر بھاگ جائے گی اور نیولے کی طرح چھپتی پھرے گی۔ اب بتاؤ ؟

سمندر میں ایک کیکڑا ایسا ہے کہ پانی میں تیزی کے ساتھ چلتا رہتا ہے اسے خشکی میں ڈال دو تو بالکل پتھر بن جاتا ہے اور آنکھوں میں سرمہ کی طرح پیس کر لگا لیتے ہیں۔ اور سنو !

بحر ھند میں ایک جزیرہ ہے اس کے اندر ایک چشمہ فوارے کی طرح پانی دیتا ہے اس کی چھینٹیں دن کو رہ جاتیں تو سفید پتھر اور رات والی کالا پتھر بن جاتی ہیں اور وہ پانی اندر چلا جاتا ہے۔

ایک جزیرے میں ایک ایسا مکان ہے جو اس میں چلا جاتے

وہ ہنستے ہنستے مرجاتا ہے اور ایک ایسا ہے کہ جاتے ہی نیند آجاتی ہے اور مرکر ہی پیچھا چھوٹتا ہے۔

خدا کی عجیب عجیب مخلوقات ہے اس علیم و قدیر نے اس کو جس طرح چاہا پیدا کیا وہ رحیم و غفور ہے۔

یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ ط وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ (پ ۲۵)

"وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ جاننے والا قدرت والا ہے"

انسان عقل پر نازاں ہے مگر کوئی لڑکے کے لئے رو رہا ہے کہ لڑکا ہوجائے کوئی لڑکی سے نالاں ہے کوئی بے اولاد ہے کوئی اولاد سے گھبرا رہا ہے۔ کوئی تنگی کا شکوہ کر رہا ہے کسی کی بیماری نہیں جاتی۔ جب انسان اشرف المخلوقات عاجز ہے عاجزی کے سوا چارہ نہیں تو کون ہے جو اس میں تصرف کر رہا ہے۔ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَاءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَاءُ الذُّکُوْرَ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُکْرَانًا وَّاِنَاثًا وَّیَجْعَلُ مَنْ یَّشَاءُ عَقِیْمًا۔ جسے چاہے وہ مؤنث عطا کرے جسے چاہے وہ مذکر دیوے اور جسے چاہے مذکر و مؤنث دونوں عطا کرے اور جس کو چاہے بانجھ بنادے، اسکی ذات کے مانے بغیر چارہ نہیں یہی حقیقت ہے کہ خدا موجود ہے اور وہ وَحدَهٗ لَاشَرِیکَ لَہٗ ہے اسی پر ایمان رکھنا چاہیئے۔

فصل ۱۲

یہ تمہارے گرد و پیش میں نیچے اوپر کس کی کارفرمائی ہے۔ اگر یہ اس رحمت والی ہستی کی رحمت نہیں تو اور کس کی ہے؟ تمہاری

فطرت تمہیں کہہ رہی ہے کہ یہ سب کچھ ایسی ہستی کی کاریگری ہے جس کی رحمت سے یہ حسن وجمال کا فیضان ہوا کہیں یہ فرمایا آسمان کو دیکھو یعنی بلندی جو تم کو نظر آرہی ہے کس طرح دیکھنے والوں کے لئے حسین وجمیل بنادی گئی ہے زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ۔ چاندنی رات میں چاند کی شب افروزیاں دیکھو۔ اندھیری راتوں میں ستاروں کی جلوہ ریزیاں دیکھو۔ صبح جب اپنی ساری دلفریبیوں کے ساتھ آتی ہے شام جب اپنی ساری رعنائیوں کے ساتھ چھپتی ہے۔ گرمیوں میں صاف وشفاف آسمان نکھرتا ہے۔ بارش میں ہرطرف سے بادلوں کا امنڈنا۔ شفق کی لالہ گونی۔ قوس وقزح کی بوقلمونی۔ سورج کی ضوافشانی۔ الغرض آسمان کا کون سا منظر ہے جس میں نگاہوں کے لئے زینت نہیں جس میں دلوں کے لئے راحت وسکون کا سامان نہیں۔ رات کو دیکھو دن پر لپٹتی ہوئی آتی ہے۔ دن کو لپیٹا جارہا ہے اور رات اس پر لپٹتی آتی ہے یہ زینت موجود ہے تو آخر زینت دینے والا نہیں ہے؟ زینت دینے والے کے بغیر زینت اپنی حُسنِ ترتیب کے ساتھ پائی جاسکتی ہے؟ نہیں۔ تو پھر اسی ہستی کو مان لینا چاہیئے جسے خالق کہا جاتا ہے۔

پھر اجرام سماوی اور وہاں کی احکام روی کی حفاظت کا سامان کردیا گیا ہے ورنہ ایسی شیاطینی قوتیں تھیں جو خلل انداز ہوتیں جب ایسی قوت وہاں کی ٹوہ لگانا چاہتی ہے تو شعلے نکلتے ہیں اور ان کو پاس نہیں آنے دیتے۔

زمین گیند کی طرح گول صحیح لیکن حکمتِ الہی نے اسے اس طرح پھیلا یا ہے کہ کوئی آنکھ نیچ اونچ محسوس نہیں کرتی اور اس کا ہر گوشہ ایک بچھے ہوئے فرش کی طرح ہموار ہے جس نے زمین کی معیشت کو خوشگوار بنادیا ہے وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ (پ۲۷)

لیکن زمین کے قابل معیشت وسکون ہونے کے لئے صرف اسیقدر کافی نہ تھا اس کی بھی ضرورت تھی کہ اس میں جابجا بلندیاں ہوتیں جو پانی کے خزانے جمع کرتیں کہ سینکڑوں میل تک بہتا چلا جاتا اور میدانی علاقوں کو سبز و شاداب کر دیتا اسی لئے فرمایا وَ اَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ ہم نے اس کی سطح پھیلادی پھر اس میں پہاڑ پیدا کر دئے جو اس لحاظ سے بھی کہ طرح طرح کی معدنیات کا سرچشمہ ہیں اور اس لحاظ سے بھی کہ دریاؤں کا منبع ہیں زمین کی افادی نوعیت کے لئے ایک ضروری عنصر تھے ۔

سو اس زمین کے لئے تین باتیں ظاہراً معلوم ہوتیں پہلی یہ کہ بچھی ہوئی ہے دوسری یہ کہ اس میں پہاڑوں کی بلندیاں ہیں تیسری یہ کہ جتنی چیزیں اس میں اُگتی ہیں سب موزوں ہیں ۔

موزون یہ ہے کہ ایک خاص اندازے پر اس کو رکھنا جیسے کانٹے میں تول لیا ہو کہ رتی بھر اِدھر اُدھر نہ ہو سکے تو مطلب یہ ہوا کہ زمین میں جتنی نباتات اگتی ہیں سب کے لئے حکمت الہی نے ایک خاص اندازہ ٹھیرا دیا ہے ہر چیز اپنی نوعیت اپنی کمیت اپنی کیفیت میں ایک جچی تلی حالت رکھتی ہے جس سے کبھی باہر نہیں ہو سکتی ممکن نہیں کہ گھاس

کی ایک شاخ بھی ایسی اگ آئے جو گھانس کے مقررہ اندازے اور تناسب کے خلاف ہو۔

طرح طرح کے غلے طرح طرح کے پھول طرح طرح کے پھل طرح طرح کی سبزیاں طرح طرح کے درخت طرح طرح کی گھانسیں ہر طرف اگ رہی ہیں اور نہیں معلوم کب سے اگ رہی ہیں لیکن کوئی چیز بھی ان میں ایسی ہے جس کی شکل ڈیل ڈول رنگت خوشبو مزہ اور خاص ایک مقررہ اندازہ پر نہ ہو اور ٹھیک کانٹے کی تول نہ ہو، ایک دانہ اٹھاؤ، پھول کی ایک کلی توڑو، گھانس کی ایک پتی سامنے رکھ لو اور دیکھو ان کی ساری باتیں کس طرح تلی ہوئی اور کس دقیقہ سنجی کے ساتھ سانچے میں ڈھلی ہوئی ہیں اگر حجم ہے تو اس کا ایک مقررہ اندازہ ہے لاکھ مرتبہ بوؤ کروڑ مرتبہ بوؤ اس اندازہ میں فرق آنے والا نہیں اگر شکل ہے تو اس کا ایک خاص انداز ہے وہ چیز جب اُگے گی اسی شکل میں آئے گی۔ رنگت ہے، خوشبو ہے، مزہ ہے، خاصہ و اثر ہے، سب کا ایک اندازہ مقرر ہے یہ اندازہ قطعی اور دائمی ہے اٹل ہے اَنمٹ ہے اور ہمیشہ یکسانیت کے ساتھ ظہور میں آتا ہے گویا مٹی کے ایک ایک ذرے میں ترازو رکھ دیا گیا ہے اور وہ ایک ایک دانے ایک ایک پتے ایک ایک پھل کو تول تول کر بانٹ رہا ہے ممکن نہیں اس تول میں کبھی خرابی پڑے پھر تم کہتے ہو یہ خود بخود ہے۔

جتنی چیزیں اگتی ہیں وہ اپنے تناسب میں اعتدال کی راہ رکھتی

ہیں ۔قرآن نے مختصر الفاظ میں ایک بڑی حقیقت کو بیان کر دیا ۔ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ہم نے زمین میں تمہارے لئے معیشت کے سارے سامان مہیا کر دیئے ۔کہ ہر چیز کے ہمارے پاس ذخیرے ہیں لیکن ان کی بخشش ایک مقررہ انداز کے ساتھ ہی ہوتی ہے ایسا نہیں ہوتا کہ بغیر کسی نظام کے اور بغیر کسی اندازے کے یوں ہی بکھیر دی گئی ہوں یہ اندازہ جسے تقدیر سے تعبیر کیا ہے یہ قانون گویا ہے کہ کوئی ایسی ہستی موجود ہے جو اسے قائم رکھنے والی اور مقرر کرنے والی ہے. کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ اس اندازہ شناسی اور انضباط کے ساتھ ہر چیز کا نظام قائم رہ سکتا ۔

پھر بارش کے ایک نظام پر غور کرو یہ بارش زمین کی روئیدگی اور شادابی کا ذریعہ ہے اگر یہ نہ ہو تو روئیدگی ممکن نہیں سو اس نظام کو دیکھو کہ کس طرح ناپ تول کر یہ کام ہو رہا ہے کہ پہلے آفتاب سمندر پر اپنی کرنیں ڈالتا ہے پھر اس سمندر سے بھاپ اٹھتی ہے پھر پانی وزن سے باردار ہو کر اور پانی کو اٹھا کر بلندی کی طرف چلتی ہے پھر ایک بلندی پر جا کر ابر کی چادریں بنتی ہیں اور چادریں فضائے آسمانی میں پھیل جاتی ہیں پھر وہی چادریں بارش کی بوند بن کر گرنے لگتی ہیں اور زمین کے ایک ایک ذرے کو سیراب کر دیتی ہیں تم نے یا کسی انسان نے یا سائنسدان نے یا حکومت نے یہ پانی کے ذخیرے جمع کر کے نہیں رکھے تھے پھر کس طرح ٹھیک تمہاری احتیاج کے مطابق مطلوبہ

مقدار تم کو بخش دیتا ہے ۔ ماننا پڑے گا کہ ربوبیت والی ذات اس کے پس پردہ موجود ہے ۔ اور وہی خدا ہے ۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی
تقریر کا خلاصہ

عالم میں جسے دیکھئے نرالی راہ و رسم رکھتا ہے ۔ ہم انسانوں میں کتنا کچھ اختلاف ہے کوئی رحمدل ہے اور کوئی دوسرے کے خون کا پیاسا نظر آتا ہے ۔ کوئی امیر ہے کوئی غریب ہے ۔ کوئی ذی عقل ہے کوئی دیوانہ ہے پھر ہر ایک اپنا ایک نظریہ رکھتا ہے اور اپنے نظریہ اور اعتقاد پر اس کو جمود ہے سو سخت حیرانی ہوتی ہے کہ کون حق ہے کون ناحق ہے ۔ یا تو سب حق ہیں یا کہو سب ناحق ہیں یا بعض حق پر اور بعض ناحق ہیں پھر اس کی تلاش ہوئی کہ ان میں کون حق ہے کون ناحق ہے ۔ اور پہچاننے کا ذریعہ عقل ہے تو معلوم ہوا کہ عقل کی ضرورت ہے اس سے یہ عقدہ حل ہوگا ۔

سو ہم نے اپنی عقل سے سوچا کہ خدا کے وجود اور عدم وجود میں جو اختلاف ہے کوئی مانتا ہے کوئی نہیں مانتا سو ہم کو عقل سے کام لینا چاہیئے تاکہ حق معلوم ہو جائے ۔

عقل یہ کہتی ہے کہ جسم طبعی کے لئے حرکت ضروری ہے کیونکہ

ہر جسم طبعی متحرک ہوتا ہے مگر ہر متحرک کے لئے محرک یعنی حرکت دینے والے کی ضرورت ہے سو ماننا پڑے گا کہ اس کا ایک محرک اول ضرور ہو اور وہی خالق ہے۔ کیونکہ یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ محرک اور متحرک دونوں ایک نہیں ہو سکتے جُدا جدا ہونے چاہئیں اور سب سے پہلا محرک غیر متحرک ہونا چاہیئے کیونکہ اسے بھی متحرک مانا جائے تو اس کے لئے پھر ایک اور محرک ماننا پڑے گا کیونکہ محرک کے بغیر متحرک پایا نہیں جاتا اور جب اول محرک کے لئے بھی اور محرک مانا تو یہ خلافِ مفروض ہے کہ جس کو پہلا اور اول مانا تھا وہ اول نہ رہا اور ہر محرک کے لئے ایک محرک مانتے جانا تسلسل ہے اور یہ تسلسل محال ہے معلوم ہوا کہ اس عالم کا ایک محرک اول ضرور ہے، وہی خدا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز فنا ہوتی جارہی ہے دنیا فانی ہے اور ہر فانی چیز موجود بالعرض ہوتی ہے اور عوارض کے لئے ذات کا ہونا ضروری ہے۔ وہ ذات خداوندی ہے۔

دنیا میں ہر مکان چھوٹا ہو یا بڑا مگر اس کا بنانے والا ضرور ہوتا ہے اس لحاظ سے زمین و آسمان کا بنانے والا بھی ہونا چاہیئے اور وہی خدا ہے۔

دو شخص ایک مزیّن مکان میں جائیں تو اسے دیکھ کر کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ خود بخود یہ مکان کیسے بنا کھڑا ہے اور اس کی ہر چیز بغیر لگائے اور بغیر مالک کے کس طرح ٹھیک بنی ہوئی اور رکھی ہوتی

ہیں جب یہ نہیں ہوسکتا ضرور اس کا بانی اور معزین ہے گو اس وقت سامنے نہ ہو مگر ماننا پڑے گا اسی طرح خدا کو ماننا پڑے گا۔

گھڑی کو دیکھ کر عقل اس کے بنانے والے کو مانے گی گو بنانے والا سامنے نہ ہو اگر کوئی یہ کہے کہ بغیر کاریگر کو دیکھے میں اسے کیسے مان لوں تو پاگل ہے اسی طرح مصنوعات کو دیکھ کر اس کے صانع کا مان لینا گو نظر نہ آئے عقلی بات ہے اس میں کیا خلاف عقل ہے۔

نظام بغیر ناظم کے قانون بغیر قانون ساز کے حکومت کا قیام بغیر کسی حاکم کے۔ ترتیب بلا مرتب کے نقش بغیر نقاش کے بن جانا عقل تسلیم نہیں کرتی تو یہ عالم دنیا کی حیرت انگیز ترتیب محض اتفاق کا نتیجہ ہے؟ بہت سے الیکٹرون۔ نیوٹرون اور پروٹون کی ہنڈیا پکی اور نتیجہ میں خود بخود ۱۰۲ عناصر تیار ہو جائیں اور خود بخود الگ ہو جائیں عقل کے خلاف ہے یہ تو ایسا ہوا کہ چھاپے خانے میں ایک دھماکہ ہوا اور خود بخود ایک ڈکشنری تیار ہو کر نکل آئی نہ وہاں کاتب نہ طابع نہ مشین چلانے والا بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ ایک ماہر طبعیات لارڈ کیلون کا قول ہے آپ جتنا زیادہ غور و فکر کریں گے اتنا ہی سائنس آپ کو خدا کے ماننے پر مجبور کرے گی۔ یہی قرآن کہتا ہے۔

※ ※ ※ ※ ※